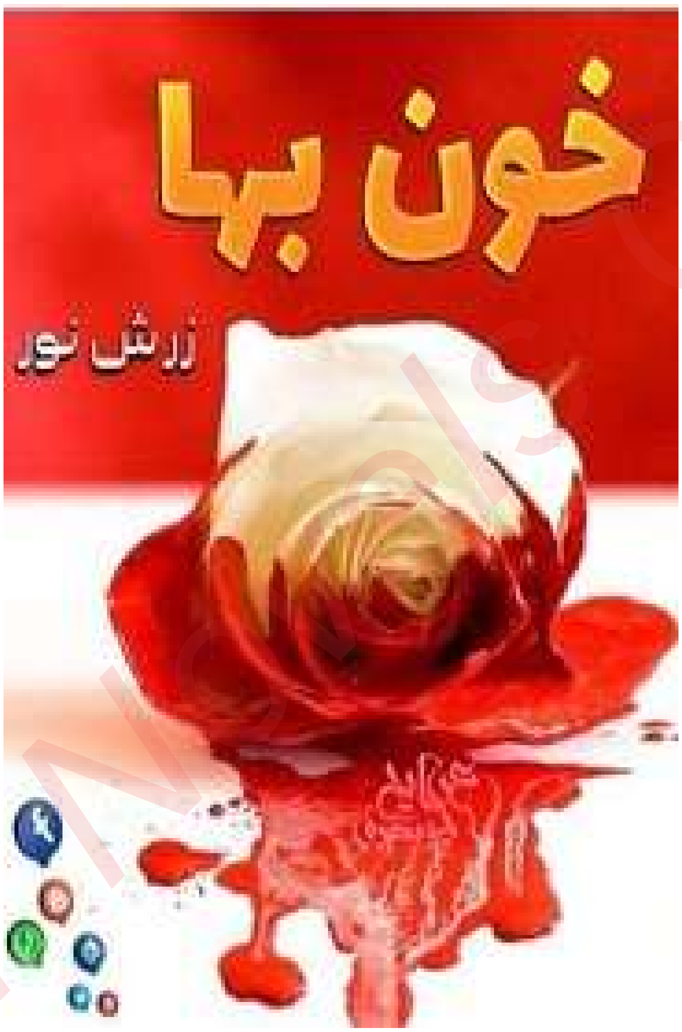

Urdu Novels Ghar

خون بہا

زرش نور

ایک بلیک مرسڈیز تیزی سے گاؤں کی حدود کی طرف بڑھ رہی تھی۔اونچی نیچی پتھریلی سڑک پہاڑوں کو چیر کر بنائی گئی تھی۔ہر دو کلومیٹر کے بعد ڈھلوان آجاتی۔ڈرائیور بہت احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔اس کے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی۔آنکھیں ضبط کی کوشش میں لال انگارہ ہو رہی تھی۔بلیک کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس پاؤں میں پشاوری چپل پہنے ایک کلائی میں قیمتی رسٹ واچ جبکہ دوسری کلائی میں بلیک کلر کا ایک دھاگا باندھ رکھا تھا۔دھوپ کی تمازت کی وجہ سے اس کی رنگت دھمک رہی تھی۔گاڑی میں اے سی کے باوجود اس کی پیشانی پسینے سے عرق آلود تھی۔وہ گاؤں کی حدود میں داخل ہوا تو گاؤں میں بنے چھوٹے بڑے گھروں کے درمیان میں موجود سرخ اینٹوں والی دیو قامت حویلی موجود تھی۔دور سے ہی اسے بہت سے لوگ حویلی کے باہر جمع دکھائی دئیے۔جس وقت اس کی گاڑی وہاں پہنچی لوگوں نے ایک سائیڈ پہ ھو کر گاڑی کو راستہ دیا اور گاڑی حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔جس وقت وہ گاڑی سے اتر کر حویلی کے اندر داخل ہوا وہاں ایک کہرام برپا تھا۔اس کے عظیم باپ کی میت کے پاس بیٹھی اس کی ماں اور بہنیں بین ڈال رہی تھی۔اسے دیکھ کر اس کی ماں بھاگ کر اس تک پہنچی اور اس کے گلے لگ گئی۔

اور روتی بلکتی ماں اور بہنوں کو دیکھ کر بھی اس کی آنکھ میں سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا۔اس نے ماں کا سر چوما اور بہنوں کے سر پر ہاتھ رکھ وہ گاؤ ں کے کچھ اور لوگوں کے ساتھ باپ کی میت کو کندھا دیا اور تدفین کے ل ئی ے لے گ ئی ے۔

تدفین کے بعد وہ ڈھیرے پر آگیا تھا۔جہاں اس کے باپ کے کچھ خاص لوگ شامل تھے۔

سردار صاحب اب آگے کیا کریں گے۔سنا ہے سردار سلطان محمد نے اپنے بیٹے دراب کو شہر بجھوادیا ہے۔زرغام علی خان نے غائب دماغی سے سب پر ایک نظر ڈالی۔سردار اعلیٰ کو پیغام بجھوادو کہ فیصلہ جرگے میں ہوگا۔اور سلطان محمد کو پیغام بھجیں کے اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر کل جرگے میں پہنچ آئے۔

سب نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی بندوقیں کندھوں پر ڈالتے ہوئے باہر نکل گ ئی ے۔

نور خان تم یہی رکو۔اس کی آواز پر وہ ایک سائیڈ کو مودب سا کھڑا ہو گیا۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد زرغام کی آواز گونجی ''نور خان تفصیل سے بتاؤ۔کیا ہوا تھا وہاں ؟''

سردار ہمارے گاؤ ں کی ایک لڑکی کے باپ نے آکر بتایا تھا کہ دراب خان اور اس کے کچھ دوستوں نے اسے اغوا کر کے اپنے ڈیرے پر لے کر گ ئی ے تھے۔جہاں اسے زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تھا۔اس شخص کی شکایت پر جرگہ بلایا گیا تھا۔سردار کے ساتھ یہاں سے صرف میں ہی گیا تھا۔پنچائیت میں سردار اعلیٰ نے دونوں طرف کی بات سن کر فیصلہ کیا کہ دراب خان کو قید کر لیا جائے۔جس پر سردار صاحب نے کہا کہ اسے قید کرنے جی بجائے سنگسار کیا جائے۔اس بات پر سلطان محمد اور سردار صاحب کے درمیان تلخ کلامی ہوئی ی۔جس کے بعد جرگہ نے سردار

کا فیصلہ مان لیا۔ لیکن اچانک دراب خان اور اس کے آدمیوں نے بندوقیں نکال لیں اور پھر دراب خان نے سردار کے سینے پر پہ در پہ فائیر کیے اور اپنے آدمیوں کے ساتھ ہوائی ی فائی رنگ کرتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

______________________ جرگے میں سب لوگ وجود تھے۔ ماسوائے سردار زرغام علی خان کے جو ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ تبھی ایک سائی یڈ سے دھول اڑاتی بلیک مرسڈیز نظر آئی ی اور آ کر جرگے کے قریب رکی۔

گاڑی میں سے وائی ٹ کلر کے قمیض شلوار مں ملبوس پاؤ ں میں چپل اڑسے سردار زرغام علی خان اترا۔ علاقے کی کہیں لڑکیاں اس پہ مرتی تھی۔ لیکن وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ وہ سردار اعلیٰ سلمان پاشا کے قریب رکھی چ ئی یر پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے سامنے بیٹھے مجمعے پر ایک نظر ڈالی اور پھر اس کی نظر سلطان محمد کے بغل میں کھڑی زینب سلطان پر ٹک گ ئی ی۔ جو بے نیاز سی اپنی کلائی ی میں بندھی واچ کو کھول اور بند کر رہی تھی۔

سردار زرغام علی خان یہ اب آپ کا فیصلہ ہو گا کہ آپ اپنے باپ کے قاتل کے ل ئی ے کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ سردار اعلیٰ سلمان پاشا کی آواز پر سردار زرغام علی خان نے اپنے سامنے سر جھکائے کھڑے دراب سلطان پر ایک نظر دوڑائی ی اور پھر سردار اعلیٰ کی طرف دیکھا۔ میں خون بہا چاہتا ہوں اور خون بہا میں زینب سلطان چائیے ہے۔ سر پر اسکارف باندھے آنکھوں میں آنسو ل ئی ے زینب سلطان نے زرغام علی خان کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر پتھریلے تاثرات تھے۔ اس نے نفی میں سر ہلایا لیکن اس سے پہلے سلطان محمد کھڑے ہو گ ئی ے

"مجھے منظور ہے" اور زینب سلطان گنگ سی ان دو مردوں کو دیکھ رہی تھی۔ایک جو رشتے میں اس کا باپ لگتا تھا اور دوسرا زرغام علی خان جو آج نفرت کے رشتے کو مزید مضبوط کر رہا تھا۔

اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور اس نے بھی بیٹے کی محبت میں نظریں پھیر لیں۔

اور پھر ایک امید سے اس کی نظر زرغام علی خان پر ٹک گ ئی یں۔

جس نے آنسو سے لبریز اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر کچھ کہنے کے ل ئے لب وا کیے لیکن کچھ سوچ کر ہونٹ بھینچ ل ئے۔

اور زینب سلطان کی آخری امید بھی دم توڑ گ ئی۔

میں چاہتا ہوں ابھی اسی جرگے میں ہمارا نکاح ہو۔اس کی بات پر سلطان محمد تھوڑا تذبذب کا شکار نظر آیا لیکن وہ زبان دے چکا تھا۔

آناً فاناً وہاں مولوی صاحب کو بلایا گیا اور زینب سلطان کو بھائی ی کی جان کے عوض بیچ دیا گیا۔وہ زینب سلطان سے زینب زرغام علی خان بن گ ئی۔

نکاح ہوتے ہی زرغام علی خان اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔اور ایک نظر زینب سلطان پر ڈال کر وہ دراب خان کے برابر آکر کھڑا ہو گیا۔اور پھر وہ ہوا جو کسی نے سوچا بھی نہیں تھا۔سب نے بس دراب خان کو نیچے گرتے دیکھا تھا۔اور سب کی نظریں زرغام علی خان کے ہاتھ میں موجود پسٹل پر تھی۔جس میں سے چھ فائر ہوئے تھے۔اور اس نے چھے کی چھے گولیاں دراب خان کے سینے میں اتار دیں تھی۔سب ششدر سے کھڑے ہو

گ ئی ے۔ سلطان محمد تیزی سے زرغام علی خان کی طرف بڑھا اور اسے گریبان سے پکڑنا چاہا لیکن زرغام علی خان نے بیچ میں ہی اس کے ہاتھ پکڑ ل ئی ے۔ سلطان محمد خان اس نے چبا چبا کر لفظ ادا کیے۔ میں سردار زرغام علی خان ہوں جو اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ اپنی بیٹی تم نے خون بہا میں دی ہے اور تمہارے بیٹے کی دوسری سزا ابھی باقی تھی جو میرے باپ نے اور اس جرگے نے طہ کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس ک ہاتھ چھوڑتا ہوا زینب سلطان پر ایک نظر ڈالتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔ زینب سلطان بھائی کی میت پر بیٹھی آنسو بہاتی رہ گ ئی ی۔

سلطان محمد کی حویلی میں ایک کہرام برپا تھا۔ اس کی ماں بین ڈال رہی تھی۔ اس کا چھوٹا بھائی ی ماں اور بہن کو آنسو بہاتے دیکھ رہا تھا۔ زینب سلطان تو حیران تھی کیسے سخت دل شخص سے اس کا نکاح ہوا تھا۔ جس نے اس کے بھائی ی کی جان لینے سے پہلے ایک پل کے ل ئی ے بھی سوچا نہیں تو وہ اس کے ساتھ کیا کرے گا۔ اپنے جوان بھائی ی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دم توڑتے دیکھ کر اس کے دل میں اس شخص کے ل ئی ے بے تحاشہ نفرت ابھری تھی۔ جب اس کا باپ اپنے جوان بیٹے کے جنازے کو کندھا دے رہا تھا، تو وہ اپنی ماں سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ حویلی میں داخل ہوا تو اس کی ماں اجڑے حلیے بکھرے بالوں سے اس کے آگے کھڑی تھی۔ زرغام بتاؤ اپنے بابا جان کے خون کا بدلہ لیا ہے کہ نہیں؟

وہ ماں کو بانہوں میں بھر کر کمرے میں لے آیا۔ماں آپ آرام کریں۔ نہیں زرغام پہلے بتاؤ اپنے باپ کا بدلہ لیا ہے کہ نہیں ؟اس نے ماں کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے ہاتھ ان کے گھٹنوں پر رکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

کیا کیا ہے ؟انہوں نے امید بھری نظریں سے اپنے کڑیل جوان بیٹے کو دیکھا۔

زینب سلطان سے نکاح کر کے آرہا ہوں۔

اس کی ماں نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا اور اپنے گھٹنوں پر رکھے اس کے ہاتھوں کو جھٹکے سے پرے دھکیلا۔

وہ اٹھ کر ماں کے برابر بیٹھ گیا اور انہیں اپنے حصار میں لے کر اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا" اپنے پسٹل کی چھے کی چھے گولیاں اسکے سینے میں اتار کر آرہا ہوں۔" ایسے شخص کو دنیا میں رہنے کا کوئی ی حق نہیں تھا۔ اموجان !آپ کو کیا لگا آپ کا بیٹا بزدل ہے جو اپنے باپ کی نعش پہ نکاح کر کے آئے گا۔

میں تو اپنے دشمنوں کو دوہری سزا دینا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے بیٹے کے ل ئی ے بھی روئے گا اور بیٹی کے ل ئی ے بھی۔اس نے کیا سمجھا اس کا بیٹا دوسروں کی عزتوں سے کھیلے گا اور دوسروں کی جان لے گا اور اسے پوچھنے والا کوئی ی نہیں ہو گا۔

لیکن زرغام اس لڑکی کا کوئی ی قصور نہیں تمہیں اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چائی یے تھا۔

اور انکی بات پر وہ خاموش ہو گیا۔اپنی ماں کی بات کو وہ مر کر بھی رد نہیں کر سکتا تھا۔اسے دنیا مں سب سے زیادہ محبت اپنی فیملی سے تھی۔اور ان کے ل ئی ے وہ کسی بھی حد تک گزر سکتا تھا۔

اموجان اوزگل اور آبرو کہاں ہیں۔اوزگل کو اسفر کھانا کھلا رہا ہے،اور آبرو اپنے کمرے میں ہے۔

آپ نے کھانا کھایا ہے؟

نہیں میں تمہارا انتظار کررہی تھی۔ چلیں پھر چل کے کھانا کھاتے ہیں۔وہ ماں کو تھام کر اپنے ساتھ باہر لے آیا اور ملازمہ کو کھانا لگانے کے لئے کہا۔

-----------------------------تو میرا شیر بیٹا ہے تجھے بڑے ہو کر ارزغام علی خان سے اپنے بھائی کا بدلہ لینا ہے۔میں زندہ رہوں یا نہ رہوں لیکن تم نے اسے اپنے باپ کی آخری خواہش سمجھ کر پورا کرنا ہے۔یہ سب سنتی زینب آگے بڑھی اور مقداد کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

بابا آپ اس کے دماغ میں یہ کیسی باتیں ڈال رہے ہیں۔ایک بیٹے کو قربان کر کے آپ کو سکون نہیں ملا جو دوسرے کو بھی وہی سبق پڑھا رہے ہیں۔خدا کا واسطہ ہے آپ کو بھول جائیں اس سب کو اور سکون سے جئیں خود بھی اور دوسروں کو بھی سکون سے جینے دیں۔" بات کے اختتام پر اس نے باپ کے آگے ہاتھ جوڑ دئیے۔

ہاں ٹھیک کہہ رہی ہے تو سب سے پہلے تو میں تیرا بندوبست کرتا ہوں۔بہت چلنے لگی ہے تیری زبان،تو اپنا سامان پیک کر لے کل صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے تو یہاں سے اسلام آباد اپنی پھپھو دردانہ کے پاس پہنچ جائے گی۔اور وہیں وہ تیرا نکاح اپنے بیٹے سفیر سے کروا دے گی۔اور تیرا بوجھ تو میرے سینے سے اتارے گی۔بیٹیاں باپ کے کام آتی ہیں اور تو ناکارہ کمبخت کہیں کی میرے بیٹے کو کھا گئی۔

میں نے کیا کیا ہے بابا؟اور یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں میرا نکاح ہو چکا ہے۔آپ نکاح پہ نکاح کروائی یں گے یہ تو بہت بڑا گناہ ہے۔

چٹاخ۔۔۔۔۔کی آواز کے ساتھ ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا تھا اس کا ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا تھا، جس میں سے خون کی ننھی ننھی بوندیں نکل کر اس کی ٹھوڑی پر پہنچ آئی ی تھیں۔

سلطان محمد نے آگے بڑھ کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا، خبر دار اگر اس نکاح کا نام بھی لیا تو میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

نزاکت۔۔۔۔نزاکت۔۔انہوں نے اپنے ڈرائی یور کو آواز دی۔

نزاکت اس لڑکی کو لے کر ابھی کہ ابھی نکل جاؤ تا کہ صبح ہونے تک یہ اسلام آباد پہنچ جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رات کے پچھلا پہر تھا۔ہر طرف ہو کا عالم تھا۔وہ اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ اسلام آباد کے ل ئی ے رواں دواں تھی۔گاڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی پتھریلی سڑک ہونے کی وجہ سے گاڑی ہچکولے کھاتی چل رہی تھی۔زینب سلطان خاموشی سے آنسو بہاتی اپنے نصیبوں پر ماتم کناں تھی۔وہ اپنے خیالوں سے اس وقت نکلی جب ایک اور گاڑی کی ہیڈ لائی ٹس اس کی آنکھوں پر پڑی اور ڈرائی یور نے گاڑی ایک جھٹکے سے روک دی۔

کون ہے نزاکت؟

بی بی جی۔۔زرغام علی خان ہے۔

اور ڈرائی یور کی بات پر وہ پوری جان سے کانپ گ ئی ی۔ تبھی زینب نے اسے اپنی گاڑی سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھا۔اس نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ اپنی چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ سامنے کھڑا تھا۔

نزاکت اسے کہاں لے کر جا رہے ہو ؟۔

اسلام آباد !

او کے اچھی بات ہے۔زینب نے اسے کوٹ کی جیب سے کچھ نکالتے دیکھا۔اگلے لمحے اس نے ایک کارڈ اس کی طرف بڑھایا تھا۔اگر کبھی ضرورت پڑے تو یہ میرا کنٹیکٹ نمبر ہے۔زینب نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔۔۔۔"میں تمہاری مدد لینے سے بہتر مرنا چاہوں گی۔"

جب تک میں زندہ ہوں تمہیں بھی جینا پڑے گا زینب سلطان۔

اور ہاں میں جانتا ہوں ایسا وقت آئے گا۔اسی ل ئی ے دے رہا ہوں۔اس نے اسکی مٹھی کھول کر اس میں وہ کارڈ رکھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک گہری نظر ڈالی اور دروازہ بند کرتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔

گاڑی ایک سائیڈ پہ کر کے اسنے ان کی گاڑی کو گزرنے کی جگہ دی۔اور گاڑی پاس سے گزرنے پر زینب کو ہاتھ کے اشارے سے کال کرنے کی یاد دہانی کروائی ی۔

جس پر اس نے غصے سے منہ موڑ لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کی آنکھ کھلی تو سورج اور بادلوں میں آنکھ مچولی جاری تھی۔اس نے وقت دیکھا تو صبح کے سات بج رہے تھے۔۔وہ تقریباً پانچ گھنٹے سوئی ی تھی۔نزاکت دل جمعی سے ڈرائی یونگ کر رہا تھا۔نزاکت کتنا راستہ رہ گیا ہے؟

بس بی بی جی! ہم لوگ اسلام آباد کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ایک گھنٹے میں ہم لوگ پہنچ جائی یں گے۔ایک گھر کے سامنے گاڑی روک کر ڈرائی یور نیچے اترااور سامنے بنے گارڈز کے کیبن میں تھوڑی دیر گفت وشنید کے بعد لوٹ آیااور آکر ڈرائی یونگ سیٹ سنبھال لی۔

چوکیدار نے گیٹ وا کیااور ڈرائی یور گاڑی اندر لے آیا۔

بی بی جی! ہم پہنچ آئے ہیں۔

وہ مرے قدموں سے نیچے اتری تو سامنے ہی لان میں سفیر اور دردانہ بیگم بیٹھے تھے۔

وہ دونوں اسے دیکھ چکے تھے، لیکن دونوں میں سے کسی ایک نے بھی کھڑے ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

اسلام علیکم پھپھو! اس کے سلام کے جواب میں دردانہ بیگم دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گ ئی ی۔ جبکہ سفیر نے روکھا سا جواب دیا۔

بیٹھو۔۔۔۔۔۔ سفیر نے اسے بیٹھنے کی دعوت دی۔

نہیں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔بتاؤ کیوں آئی ی ہو یہاں۔اب کی بار آواز دردانہ بیگم کی طرف سے آئی ی تھی۔

بابا۔۔۔۔بابا نے بھیجا ہے۔

ہمم! خبر ملی تھی مجھے تم تو دشمن کے بیٹے سے نکاح کر کے آ رہی ہو۔

میں نے اس سے نکاح نہیں کیا،میرا نکاح اس سے کروایا گیا ہے۔

ارے تیرے تو بڑے پر نکل آئے ہیں۔میرے منہ پہ ایسے پھنکار کے بول رہی ہے۔زینب نے حیران نظروں سے اس عورت کو دیکھا جو رشتے میں اس کی پھپھی تھی۔

ملازم حسین۔۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے اپنے ملازم کو آواز دی۔ تبھی ایک مرنی سی شکل والا چھوٹے سے قد کا لڑکا باہر آیا۔

جی جی بیگم صاحبہ !اس لڑکی کا سامان اندر لے جا کر گیسٹ روم میں رکھ دو۔

آؤ جی۔۔۔۔آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں۔

وہ ملازم کی معیت میں اندر چل دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا تو زائی رہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔۔وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گیا اور انکی نماز مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ جائے نماز فولڈ کرتی اس کے قریب آئی یں اور اس کے چہرے اور سینے پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔

زرغام علی خان نے آنکھیں بند کر لیں۔جب وہ اس کے برابر بیٹھی تو وہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اموجان۔۔۔۔۔۔میں آج واپس اسلام آباد جا رہا ہوں۔

زرغام انہوں نے بے یقینی سے بیٹے کو دیکھا۔تم اپنی ماں اور بہنوں کو اکیلے چھوڑ کر جا رہے ہو۔

میں آپ کے پاس اسی ل ئی ے آیا ہوں۔میں چاہتا ہوں آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔۔۔

زرغام۔۔۔۔ان کی آواز میں ایک دھاڑ تھی۔تم نے اگر جانا ہے تو جاؤ لیکن میں اپنے گھر اور یہاں کے لوگوں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہی۔

مجھے تم سے ایسی بات کی توقع نہیں تھی زرغام علی خان۔جانتے ہو کتنے لوگوں کی نظریں تم پر ٹکی ہیں۔وہ تمہیں اپنا سردار مان چکے ہیں۔تم ان کا یقین ہو ان کی امید ہو۔

لیکن اموجان مجھے اس سب میں کوئی ی انٹرسٹ نہیں ہے۔یہ نسل در نسل چل رہیں دشمنیاں خون خرابہ۔

زائی رہ خاتون نے ایک چھبتی نظر زرغام کے چہرے پر ڈالی۔

پھر زینب سلطان سے نکاح کیوں کیا ہے ؟" زائرہ خاتون نے اس کے چہرے پر اپنی نظریں گاڑے وہ سوال کیا جس سے وہ پچھلے دس دن سے بھاگ رہا تھا۔

اس نے ایک خاموش نظر ماں پر ڈالی۔اور اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

زرغام جواب دے کر جاؤ "تمہاری ماں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔"

اس نے ایک درد بھری نظر سے اپنی ماں کو دیکھا۔

اتنی ظالم کیوں بن رہی ہیں آج جو بات میں سوچنا بھی نہیں چاہتا، آپ وہ میرے منہ سے کہلوانا چاہتی ہیں۔

زرغام کیوں !

اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتے ہو تم زرغام علی خان وہ تم سے بہت چھوٹی ہے اور وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔

تو اسے جاننا ہو گا۔۔۔ کہ اسکی زندگی کو میں جہنم بناؤں گا۔ جیسے میری زندگی جہنم بنی ہے۔زرغام کمزوروں سے بدلہ نہیں لیتے۔

وہ کمزور تو نہیں ہے امو جان فائقہ سلطان کی بہن ہے۔اس کے جیسے ہی ہو گی۔

زرغام تمہاری بھی بہنیں ہیں۔

ہاں ہیں لیکن میری بہنیں فائقہ سلطان جیسی نہیں ہیں۔

وہ اس وقت لاؤنج میں بیٹھی تھی، گھر میں دردانہ بیگم اور سفیر دونوں ہی نہیں تھے۔اسل ئی یے وہ پوری آزادی سے بیٹھی ہاتھ میں ڈرائے فروٹ کی ٹرےل ئی ے چینل سرچ کر رہی تھی۔جب ایک شخصیت کو دیکھ کر اس کا ہاتھ رک گیا۔جہاں نیوز کاسٹر کہہ رہی تھی۔

آئی یے ہم آپ کو اسلام آباد ل ئی یے چلتے ہیں جہاں اس وقت پاکستان سے یونیسف کے بورڈ آف ڈائی ریکٹرز کے ساؤ تھ ایشین ہیڈ ZAK پریس کانفرنس کر رہے ہیں۔

بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس، ہاتھوں میں فائی لز پکڑے وہ بہت کنفیڈنس سے آ کر سب کو سلام کرتا ہوا چ ئی یر سنبھال رہا تھا۔

سر ہم نے سنا ہے کہ آپ اپنے عہدے سے مستعفی ہو رہے ہیں؟

زرغام علی خان نے مسکرا کر اس سمت دیکھا جس طرف سے سوال آیا تھا۔جی آپ نے صحیح سنا ہے، میں اپنے عہدے سے مستعفی ہو رہا ہوں۔

سر اس کی کوئی ی خاص وجہ۔۔۔

جی کچھ نجی مسائی ل کی وجہ سے میں یہ جاب جاری نہیں رکھ سکتا۔

وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا۔اور زینب سلطان آنکھیں پھاڑے، منہ کھولے یہ سب دیکھ رہی تھی۔وہ متاثر کن اور حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے علاقائی حلیے میں تو خوبصورت لگتا تھا لیکن آج اسے ماڈرن ڈریس میں دیکھ کر وہ بہت ہی متاثر نظر آرہی تھی۔ تبھی اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔اس نے نمبر دیکھے بغیر کال ریسیو کی۔زینی یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ تم نے اس زرغام علی خان سے نکاح کر لیا ہے۔ جانتی ہو وہ بہت بڑا کمینہ ہے۔ تم نہیں جانتی زینی اس نے میرے ساتھ کیا کیا تھا۔زینب نے موبائل کان سے ہٹا کر اسے گھورا جیسے موبائل کی جگہ فائقہ سلطان اس کے سامنے ہو۔آپی کیا اس لیے آپ نے مجھے اتنے عرصے کے بعد کال کی ہے۔

میری جانی مجھے بابا نے بتایا کہ تم نے اس سے نکاح کیا ہے تو مجھ سے تو صبر ہی نہیں ہوا۔

آچھا بابا نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ نکاح خود کروایا ہے اپنے بیٹے کی جان بچانے کے لیے۔

زینی بابا نے چلو جو بھی کیا لیکن دیکھو تم اسے کال کرو اور اسے کہو کہ وہ تمہیں طلاق دے دے۔وہ جو مطالبات رکھے وہ مان لینا۔لیکن اپنی جان چھڑا لینا۔فائقہ نے تو اپنی کہہ کر کال بند کر دی اور زینب اب موبائل ہاتھ میں لیے عجیب کشمکش میں تھی۔کال کروں یا نہیں۔۔۔۔۔وہ ہاں اور نہیں کے درمیان میں لٹکی ہوئی تھی۔

وہ اپنے کمرے میں ادھر اُدھر ٹہل ٹہل کر تھک گئی تھی۔ پھر اس نے اپنے ہینڈ بیگ میں سے وہ کارڈ نکالا جس میں جلی حروف میں لکھا تھا۔

ZAK

Urdu Novels Ghar

ہیڈ آف یونیسیف بورڈ آف ڈائی ریکٹرز فار ساؤ تھ ایشیا

اس کے نیچے اس کا نمبر لکھا تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے اس کا نمبر سیو کیا اور پھر کافی دیر کی کشمکش کے بعد کال کر ہی لی تھی۔ بیل جا رہی تھی۔۔۔ایک۔۔۔۔۔دو۔۔۔۔ تین اور پھر ماؤ تھ پیس سے اس کی گمبھیر آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ی۔

ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔زینب کا دل دھک دھک کرتا پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔زینب نے جلدی سے کال کاٹ دی۔۔۔اور موبائی ل سامنے بیڈ پر پھینک دیا جیسے وہ اسے ابھی ابھی دیکھ رہا ہو۔ تبھی اسکے واٹس ایپ پر مسیج موصول ہوا۔

اس نے واٹس ایپ کھولا سامنے ہی اس کے نام کا مسیج تھا۔اس نے جلدی سے مسیج اوپن کیا۔

زینب میں ابھی مصروف ہوں رات کو کال کرتا ہوں۔

زینب سلطان کو گنگ سی اپنی جگہ پر بیٹھتی چلی گ ئی ی۔کیا اس کے پاس میرا نمبر پہلے سے ہے۔اسے اس شخص سے خوف محسوس ہوا اور فائی قہ کی باتیں سچ لگیں۔

اس نے اس سے بات نہ کرنے کا تہیہ کیا اور چادر تان کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ارزغام علی خان کا آج آفس میں آخری دن ہونے کی وجہ سے کافی دیر ہو گ ئی ی تھی۔اٹھنے سے پہلے اچانک اسے خیال آیا کہ آج اسے زینب نے کال کی تھی۔اور اسے کام زیادہ ہونے کیوجہ سے موقع ہی نہیں ملا۔زینب کو

کال ملاتے ہوئے وہ آفس سے نکلا تھا۔ دوسری طرف بیل جا رہی تھی لیکن کال ریسیو نہیں ہوئی ی۔اس نے وقت دیکھا تو رات کے بارہ ہو رہے تھے،اس نے سوچا وہ سو چکی ہو گی تو کال ڈسکنکٹ کر کے پاکٹ میں رکھ لیا۔

وہ گاڑی کالاک کھول رہا تھا جس وقت اس کے موبائی ل میں رنگ ہوئی ی۔اس نے نمبر دیکھے بغیر کال ریسیو کی اور دوسری طرف کی آواز سن کر اس کے چہرے پر پتھر یلے تاثرات نمودار ہوئے۔

کیوں کال کی ہے؟ وہ بولا تو اس کی آواز میں چٹانوں سی سختی تھی۔

تم نے میری بہن سے نکاح کیا ہے۔ایک نمبر کہ دھوکے باز انسان ہو تم۔"فائی قہ تلملا کر بولی۔"

ہاں ہوں اور یہ سب میں نے آپ سے ہی سیکھا ہے۔ مس فائی قہ سلطان صاحبہ اب کی بار وہ بولا تو اس کی آواز میں طنز کی آمیزش تھی۔

جو کھیل تم کھیل رہے ہو اس میں ہار جاؤ گے۔ طلاق دے دو زینب کو۔

آچھا۔۔۔۔ کھیل تو ابھی شروع ہوا ہے آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔زرغام علی خان بھول جاؤ سب جو ہوا تھا۔

بھول جاؤ ں گا۔۔۔۔آپ فکر نہ کریں۔ وہ اسے طیش دلا رہا تھا۔

وہ میری بہن ہے ZAK

وہ اب میری بیوی بھی ہے۔

آچھاٹھیک ہے پھراب ملاقات کورٹ میں ہو گی۔ہم خلع کے لئے کورٹ جائیں گے۔میں ایک بار پھر تمہاری عزت کی دھجیاں اڑاؤں گی۔تم یادرکھو گے کس سے پھنگالیا ہے تم نے۔

اوکے !بیسٹ آف لک مسز فائقہ سلطان۔

زینب کی آنکھ صبح کے چار بجے کھلی اس نے وقت دیکھنے کے لئے موبائل اٹھایاتو سامنے زرغام کی مسڈ کالز دیکھ کراٹھ کربیٹھ گئی اوراسی وقت اس کانمبر ڈائل کیا۔دو تین بیلز کے بعد کال اٹھالی گئی۔

زرغام علی خان کی خمار آلوداس کے کانوں سے ٹکرائی۔ہیلو کی آواز سنتے ہی زینب نے جلدی ے کانپتے ہونٹوں سے اپنی بات اس کے سامنے رکھی۔

مجھے آپ سے طلاق چاہئے مجھے آپ جیسے شخص سے شدید نفرت ہے۔آپ کے لئے آچھاہو گا کہ آپ میری جان چھوڑدیں۔

آپ ہیں کون۔۔۔۔''اس کی اتنی لمبی تقریر کے جواب میں جوسوال کیا گیا۔''وہ سن کروہ تھوڑی دیر کے لئے وہ خاموش ہوگئی۔

آپ نے کتنی لڑکیوں سے شادی کرر کھی ہے۔میں زینب سلطان ہوں۔

جی۔۔۔۔۔۔۔جی کو لمبا کھینچا گیا۔

جی۔۔جی کیا۔

کچھ نہیں آپ نے مجھے اس وقت یہ بتانے کے ل ئی ے کال کی ہے کہ میں آپ کا پیچھا چھوڑ دوں۔ اگر میں نہ کر دوں تو پھر آپ کیا کریں گی۔

زینب خاموشی سے ہونٹ کاٹنے لگی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کہے۔

زینب زرغام علی خان میں نے آپ کو پورے ایک گاؤ ں کے سامنے اپنایا ہے۔ اب آپ میری ملکیت ہیں، میں جب چاہوں آپ کو اپنے گھر لا سکتا ہوں۔ لیکن میں آپ کو وقت دینا چاہتا ہوں۔ آپ کے بھائی ی نے جو کیا، اس کی سزا تو آپ کو بھی ملے گی۔ جی اور بہن کے کیے کی بھی۔ زینب کی طرف سے فوری جواب آیا تھا۔ جبکہ دوسری طرف خاموشی چھا گ ئی ی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ کچھ جانتی ہو گی۔

جی ہاں۔۔۔۔اس کی بھی'' اس کی سرد آواز زینب کے کانوں سے ٹکرائی ی اور ساتھ ہی ٹون ٹون کی آواز کے ساتھ کال کاٹ دی گ ئی ی تھی۔ زینب نے غصے سے موبائی ل دور پھینکا۔ لیکن احتیاط کے ساتھ کہ موبائی ل کو کوئی ی نقصان نہ پہنچے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر یہ موبائی ل خراب ہو گیا تو اسے نیا موبائی ل کسی نے نہیں لا کر دینا تھا۔

یہ ایک پرائی یویٹ ہسپتال کی سرجیکل وارڈ تھی۔جہاں اس وقت اس کے سامنے ایک زندہ لاش موجود تھی۔وہ دھیرے سے چلتا ہوا اس کے بیڈ کے قریب رکھے بینچ پر بیٹھ گیا۔اور بہت سی نلکیوں میں جھکڑے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔

جانتی ہیں میرا نکاح ہو چکا ہے۔میں نے شادی کر لی ہے۔لیکن آپ تو تھی ہی نہیں میری شادی پہ،آپ کتنا سوتی ہیں آپ کی یہ نیند پورا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی۔سالوں ہو گ ئی ے ہیں مجھے آپ کے جاگنے کا انتظار کرتے ہوئے۔آپ کو مجھ سے بالکل بھی محبت نہیں ورنہ آپ میرے جگانے پر ایک بار تو اٹھ جاتیں۔سامنے لیٹے وجود کی آنکھ سے آنسو نکل کر ان کے کان کی طرف بھاگنے لگا جسے اس نے اپنے پوروں پر چن لیا۔میں جانتا ہوں آپ سن رہی ہیں۔آپ اپنے آنسو سے مجھے بلیک میل کر دیتی ہیں لیکن اٹھتی نہیں ہیں۔اس نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔---

وہ گہری نیند سوئی ی ہوئی ی تھی۔جب کسی نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔اس نے پٹ سے آنکھیں کھولی اور سوئی ی جاگی کیفیت میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔تبھی اس کی آنکھوں کے سامنے فائی قہ کا چہرہ لہرایا۔

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گ ئی ی۔اور جمائی ی لیتے ہوئے اس ہاتھ سے روکنے کی ناکام کوشش کی۔۔بیا تم اتنی صبح صبح یہاں کیا کر رہی ہو۔تمہارا شوہر نامدار آج کدھر ہے۔

۔اس سب کو چھوڑو تم اٹھو میں تمہیں لینے آئی ی ہوں۔

مجھے لینے آئی ی ہیں۔وہ کیوں ؟تم پہلے جاؤ فریش ہو کر آؤ۔

وہ بالوں کو جوڑے کی شکل میں باندھتی واش روم میں گھس گ ئی ی۔

تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی ی تو گرین کلر کے قمیض شلوار کے ساتھ بڑا سادو پٹہ کندھوں پر پھیلار کھا تھا۔وہ آئی ینے کے آگے کھڑی اپنے بال بنانے لگی۔وہ تمہارا آرٹیکل کمپلیٹ ہو گیا ہے۔فائی قہ کو بات کا آغاز کرنے کے ل ئی ے کوئی ی موضوع چاہیے تھا۔ نہیں۔ کیوں ؟آپ کے اور بابا کی وجہ سے۔ہمیشہ کی طرح زینب نے اپنی بات بر ملا کہی۔۔

لیکن میں تمہاری جگہ پر نہیں اور تم میری اور بابا کی جگہ پر نہیں۔ بلکہ میں تو کہوں گی تمہیں بھی اپنی خو تسلیم کر لینی چاہ ئی ے۔آچھا۔۔۔۔۔وہ پھیکی سی ہنسی ہنسی ''اس ل ئی ے کہ یہ ستم گر اپنی وضع نہیں بدلیں گے۔''آپ تو بلکل بابا کے سانچے میں ڈھلتی جارہی ہو۔لیکن شاید میں اس داستان کا وہ کردار نہ بن سکوں۔

فائی قہ نے جلدی سے موضوع بدل دیا۔آچھا چھوڑو ان باتوں کو تم میرے ساتھ چلو ہمیں ایک جگہ جانا ہے۔وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی جس پر فائی قہ نے نظریں پھیر لیں۔پھپو سے اجازات لے لی ہے میں نے۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فائی قہ اسے ل ئی ے اسلام آباد کے مشہور بیرسٹر شہریار آفندی کے پاس آئی ی تھی۔۔ سر ہم لوگ خلع کا کیس دائی ر کرنا چاہتے ہیں۔فائی قہ کی بات پر زینب حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔ آپی آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ چلیں یہاں سے مجھے یہاں گھبراہٹ ہو رہی ہے۔وہ فائی قہ کو بیرسٹر شہریار کے چیمبر میں چھوڑ کر باہر نکل آئی ی۔ جلد بازی کی وجہ سے وہ راہدری مڑتے ہوئے سامنے سے آتی شخصیت کو نہ دیکھ

سکی اوراس کے سینے سے جا ٹکرائی ی۔سامنے والے نے اتنی ہی تیزی سے اسے پیچھے کیا تھا۔لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی اپنی جگہ منجمند ہو گ ئی ے۔

بلیو کلر کے تھری پی سوٹ میں ملبوس آنکھوں پہ سن گلاسز چڑھائے وہ وہی تھا۔

زینب۔۔۔۔فائی قہ کی آواز پر زینب ہوش کی دنیا میں لوٹی۔جبکہ اس کے سامنے کھڑے ZAK کو دیکھ فائی قہ تیزی سے آگے بڑھی اور زینب کو پیچھے دھکیلتے ہوئے زرغام کے سامنے کھڑی ہو گ ئی ی۔

فائی قہ کو دیکھ کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اور فائی قہ کی سائی یڈ سے نکلنے لگا۔جب اس نے زرغام کا بازو دبوچ لیا۔زرغام نے نفرت سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکا۔

کیا مس ئی لہ ہے آپ کے ساتھ ؟ یہاں کون سا تماشہ کرنا چاہتی ہیں۔اب وقت بدل گیا ہے آپ جیسوں کو میں ان کی اوقات یاد دلانا جانتا ہوں۔اور اپنی یہ منحوس شکل لے کر دوبارہ میرے سامنے مت آئی یے گا۔ورنہ مجھے زرغم علی خان سے زینیہ علی خان کا بھائی ی بنتے دیر نہیں لگے گی یہ کہہ کر وہ زینب سلطان کی طرف مڑا۔

آج تو تم مجھے یہاں نظر آگ ئی ی ہو۔آئی ندہ اگر اس طرف کا رخ کیا تو نتائی ج کی زمہ دار تم خود ہو گی،زینب سلطان خلع کے بارے میں سوچنا بھی مت۔"وہ انگلی اٹھا کر وارن کرتے ہوئے اپنے کوٹ پر آئی ی نادیدہ شکن کو درست کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔جبکہ زینیہ کے نام پر فُائی قہ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔۔۔۔

آپی یہ مکافات عمل ہے۔آپ میری فکر کرنا چھوڑ دیں۔اگر رب نے میری قسمت میں وہ حساب دینا لکھ دیا ہے تو وہ مجھے دینا ہی ہو گا۔

آپ نے جو کیا تھا وہ غلط تھا۔اور اب بس میری طلاق کے بارے میں سوچ ئی ے گا بھی مت۔میں یہ داغ سر پہ نہیں سجانا چاہتی۔

ہمم۔۔۔۔۔۔فائی قہ سی گہری سوچ میں تھی۔چلو ابھی تو گھر چلتے ہیں۔۔

وہ بہت ریش ڈرائی یو نگ کر رہا تھا۔اس کا دماغ کھول رہا تھا۔فائی قہ سلطان کو رو برو دیکھ کر آج وہ پھر سے ماضی میں پہنچ گیا۔

''بابا جانی! سچ ؟''اس کی پر جوش چہکتی آواز نے محمد علی خان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی۔

''ہاں بیٹا سچ میں۔میں تمہیں افسردہ نہیں دیکھ سکتا۔''

''اور اموجان ؟انہیں کون سمجھائے گا؟''

انہیں سمجھانا میرا کام ہے اپیا۔

''سچ میں ؟تم انہیں منالو گے ؟''

''جی نہیں۔''

تو پھر کیوں کہہ رہے ہو منالوں گا۔

"کیونکہ میں انہیں منا چکا ہوں۔"

وہ خوشی سے بھاگ کر آکر زرغام علی خان کے گلے سے جھول گ ئی ی تھی، میرا پیارا لالہ زینیہ نے پیار سے اس کے دونوں گال چوم ل ئی ے۔ "وہ جب بھی بہت خوش ہوتی تھی اسے لالہ کہتی تھی۔ وہ اس سے پورے چار سال بڑی تھی۔

لیکن جوانی کی دہلیز کو پہنچتا زرغام علی خان قد کاٹھ میں اس سے بڑا ہی لگتا تھا۔

زینیہ علی خان نے اپنے کالج میں گریجویشن میں ٹاپ کیا تھا۔ اور اب وہ مزید پڑھنے کے ل ئی ے اسلام آباد جانا چاہتی تھی۔ لیکن زائی رہ خاتون چاہتی تھی کہ بس وہ اب اس کی شادی کر دیں۔ اور پھر اموجان کی ناں ناں کرنے کے باوجود وہ اسلام آباد چلی گ ئی ی۔ جہاں وہ ہاسٹل میں رہ رہی تھی۔

اسے سکالرشپ پر ایڈمیشن مل گیا تھا۔

لیکن یونیورسٹی میں ایک مہینے کہ بعد ہی جب زرغام اس سے ملنے گیا تو وہ اسے بہت پریشان نظر آئی ی۔ "اپیا کیا ہوا ہے؟ آپ بہت پریشان لگ رہی ہیں۔"

ارے نہیں! ایسا کچھ نہیں ہے۔ تم تو ویسے ہی وہم کر رہے ہو۔ "اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔"

لیکن زرغام جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''اپیا! آپ مجھے ابھی بتائیں گی کہ کیا ہوا ہے؟ نہیں تو میں ابھی آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔'' وہ چھوٹا ہونے کے باوجود بھائی ہونے کا پورا پورا زعم دکھاتا تھا۔

وہ کشمکش کا شکار تھی کہ بتائے کہ نہیں۔

اس نے اپنے اور زرغام کے درمیان موجود فاصلے کو ختم کرتے ہوئے، اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔

زرغام وہ فائقہ سلطان بھی میری ہی یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ اور مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔

اس نے بہت سوچ بچار کے بعد، بہت سی باتیں حذف کر کے ایک جملے میں اپنی پریشانی اسے بتائی۔

اپیا کیا چیز ہیں آپ بھی، وہ کوئی چڑیل ہے جو آپ کو اس سے ڈر لگتا ہے۔ آپ تو میری بہت بہادر بہن ہیں۔

اس کی بات پر زینیہ نے مسکراتے ہوئے سر اس کے بازو کے ساتھ ٹکا دیا۔

اور زرغام علی خان کے دماغ میں بس ایک نام محفوظ ہو گیا تھا، جس سے اس کی بہن خوفزدہ تھی، فائقہ سلطان۔

زینیہ کی ڈائری لکھتی تھی، اور جب زرغام کے ہاتھ وہ ڈائری لگی تھی۔ تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ یونی کے پہلے دن وہ کلاس میں بیٹھی کچھ نوٹس بنا رہی تھی۔ جب وہاں فائقہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ آدھمکی۔ زینیہ کے ہاتھ کانپنے لگے، لیکن اس نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے وہاں سے جانے کی کوشش کی۔ جب ایک لڑکا اس کے سامنے آ کر رک گیا۔

ارے سوہنیو! کہاں چل دیے؟ ہم تو ابھی آئے ہیں، دیدار تو کرنے دیں۔" اس لڑکے نے اس کے گال کو چھونے کی کوشش کی لیکن زینیہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔"

وہ لڑکا غضب ناک ہو کر اس کی طرف بڑھا لیکن اس سے پہلے ہی لڑکوں کا ایک اور گروپ وہاں پہنچ آیا۔ جن کا گروپ لیڈر فوزان یحیی ایک سلجھا ہوا لڑکا تھا۔

اسے دیکھ کر فائقہ اور اس کے دوست نکل گئے۔ جبکہ فائقہ سلطان نے جاتے جاتے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور انگوٹھے کے اشارے سے اسے لوزر کا نشان بناتی نکل گئی۔

وہ اپنی جگہ پر ڈھے سی گئی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر وہاں سے جا سکے۔

تبھی فوزان یحیی کی اس پر نظر پڑی۔

ایکسکیوز می! آر یو اوکے؟

اس کی آواز پر زینیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔ جس پر وہ اس ٹٹولتی نظروں سے دیکھتا وہاں اپنے گروپ کے لڑکوں کے ساتھ چلا گیا۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی اور زرغام ماضی کو پیچھے چھوڑتا حال میں لوٹا تھا۔۔ وہ اپنے فلیٹ کے باہر کھڑا تھا۔ آج سے وہ ہمیشہ کے لئے اپنے گاؤں جا رہا تھا۔ جہاں اس کی ماں اور بہنیں اس کی منتظر تھیں۔ وہ اندر داخل ہوا تو پورے فلیٹ میں نیم اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ دروازہ لاک کر کے اپنے کمرے میں آیا اور سٹڈی ٹیبل پر ڈھے سا گیا۔ اس نے ہاتھ مار کر ٹیبل لیمپ آن کیا۔ اور سرخ جلد والی ڈائری ہاتھ بڑھا کر قریب کی اور اسے کھول لیا۔ وہ اس

ڈائی ری کو کہیں بار پڑھ چکا تھا۔اور ہر روز رات کو وہ یہ ڈائی ری پڑھتا تھا۔اور ایک ن ئی ی اذیت کا شکار ہوتا تھا۔ وہ کیسا بھائی ی تھا جو اپنی بہن کی حفاظت نہ کر سکا۔زینیہ چھٹیاں پر گھر آئی ی ہوئی ی تھی۔اور اپنی ڈاکٹری کا روعب اموجان پر خوب جمارہی تھی۔

''پرفیکٹ اموجان! آج تو آپ کا بی پی بالکل سیٹ ہے۔'' زائی رہ کا بی پی چیک کر کر زینیہ نے اسٹیتھواسکوپ سمیٹ کر اپنے بیگ یں رکھا اور مسکرا کر ماں کو دیکھا جو خاصی فریش لگ رہی تھی۔ایک سائی یڈ پہ بیٹھے زرغام نے بہن کو دیکھا جو ماں کی ایک ایک ٹیبلٹ کو اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی،اور انہیں بتارہی تھی کہ کون سی دوا کون سی بیماری کے ل ئی ے ہے۔وہ جانتا تھا اس کی اولین خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنے گی لیکن گھر میں سب کو مناتے مناتے ہی اس کے ک ئی ی سال ضائی ع ہو گ ئی ے تھے۔

یونی مں فرسٹ سمسٹر میں اس کی سیکنڈ پوزیشن آئی ی تھی۔اور وہ بہت سے پروفیسرز کی نظروں میں آگ ئی ی تھی۔وہ اس دن بہت خوش تھی۔اس نے کال کر کے زرغام کو اپنی کامیابی کے بارے میں بتایا تو وہ بھی بہت خوش ہوا اور پھر باری باری سب سے بات کرنے کے بعد وہ سرشار سی کینٹین چلی آئی ی۔

جہاں فائی قہ اور اس کے چند دوست بیٹھے تھے۔فائی قہ دردانہ بیگم کے پاس مقیم تھی۔ تبھی وہاں فوزان یحیی نے زینیہ کو پرپوز کیا تھا۔اس کا تعلق ایلیٹ کلاس سے تھا۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ زینیہ علی خان جہاں سے تعلق رکھتی ہے وہاں ایسی باتوں کی گنجائی ش نہیں نکلتی تھی۔وہ زنییہ کے سامنے بیٹھا اس کے جواب کا منتظر تھا،جبکہ وہ

اس کی اس حرکت پر تھر تھر کانپ رہی تھی۔ زینیہ نے اپنے ارد گرد ایک نظر ڈالی اور نفی میں سر ہلا کر وہاں سے چل دی۔ جبکہ ایک ٹیبل پر بیٹھی فائی قہ سلطان اس منظر کو اپنے موبائی ل میں قید کر چکی تھی۔

زینیہ کو کافی دنوں سے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی ی اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ اسکی یونی میں کسی کے ساتھ دوستی تو تھی نہیں کہ جیسے وہ بتاتی۔ وہ بس ڈری سہمی سی ادھر ادھر دیکھتی رہتی۔ ایک دن اس نے فائی قہ کو کچھ لڑکوں کے ساتھ دیکھا جنہیں وہ کچھ پیسے دے رہی تھی۔ وہ کچھ رازداری برت رہی تھی۔ زینیہ کو دیکھ کر وہ مسکرا کر اس کے پاس چلی آئی ی اور پھر دیکھتے دیکھتے ان دونوں میں اچھی خاصی دوستی ہو گ ئی ی۔ ا

ایک پودا ہوتا ہے آک۔۔۔۔۔۔۔ جس کے پتے نرم و ملائی م ہوتے ہیں۔ اور اس کی ٹہنیاں نازک سی ہوتی ہیں جو ہلکے سے جھٹکے سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس پودے پر بظاہر کوئی ی کانٹے نہیں ہوتے۔ اور اس کی شاخوں پر ننھے ننھے سفید پھول کھلتے ہیں، جو اندر سے گہرا نیلا رنگ ل ئی ے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اس پودے کے سبز پتوں کی رگوں میں دوڑتا سفید دودھ اس قدر زہریلا ہوتا ہے کہ جو کسی کی آنکھوں میں گرے تو وہ اندھا کر دے۔ انسان تو خیر نہیں، لیکن جانور بھی اسے کھانا پسند نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔

کچھ انسان بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بظاہر آک کے پتوں کی طرح نرم و ملائی م اور اپنے اندر نفرت کا ایک جہاں پالے رکھتے ہیں۔

کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹے کا علاج ہے، لیکن ایسے انسانوں کے ڈسے کا کوئی ی علاج نہیں۔بس زینیہ کا بھی پالا ایسے ہی آک کے پودا صفت انسان سے پڑا تھا، جسے دنیا فائی قہ سلطان کے نام سے جانتی تھی۔۔

اجالا پھیلے کافی وقت ہو چکا تھا۔ہاسٹل سے لے کر جانے وال وین خراب ہو گ ئی ی تھی۔اس ل ئی ے وہ پیدل ہی یونی کے ل ئی ے نکل پڑ ی۔

فٹ پاتھ پر اس وقت اور بھی بہت سے لوگ اس کے آگے پیچھے چل رہے تھے۔جن کی چال میں ہی نہیں انداز میں بھی عجلت تھی۔

تیز تیز قدم اٹھاتے اچانک اس کی نظر اپنے برابر میں پڑی جہاں صفوان یحیی اس کے قدم سے قدم ملا کر چل رہا تھا۔اسے دیکھ کر اس کے قدم سست پڑ گ ئی ے۔شفاف چہرے پر معصومیت رقص کر رہی تھی۔اور گال گلابی پڑ رہے تھے۔وہ زیر لب کچھ پڑھ رہی تھی۔گلابی کلر کے گاؤن پہ گلابی ہی حجاب لپیٹے وہ کوئی ی پاکیزہ روح لگ رہی تھی۔صفوان کی نظریں اس کے چہرے پر جیسے گڑ سی گ ئی یں۔

''سنو'' وہ رک گ ئی ی۔

''جلدی کہو۔''

تم مجھے بہت آچھی لگتی ہو۔۔۔۔۔۔۔

"تو میں کیا کروں۔"

سر پر لپیٹے اسکارف سے پیشانی کے بل چھپ گ ئی ے۔۔۔لہجہ ناگواری ل ئی ے ہوئے تھا۔

"میں تم۔۔۔۔سے محبت کرتا ہوں۔"

غصے سے اس کا رنگ قندھاری انار ہو گیا۔ "تمہارا دماغ ٹھکانے پر نہیں ہے۔"

سنو مجھے تمہارا ایڈریس چائی یے۔ میں اپنے ماں باپ کو تمہارے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔

وہ ٹھٹھک کر رک گ ئی ی، اور اب پوری طرح اس کی طرف رخ کر کے کھڑی ہو گ ئی ی۔

"تمہیں خدا کا واسطہ ہے میری جان چھوڑ دو۔ اگر میرے گھر میں کسی کو پتا چل گیا تو اگلے دن میں یونی نہیں آ سکوں گی۔ مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ میں اپنے خاندان کی پہلی لڑکی ہوں جو یونیورسٹی تک آئی ی ہے۔ لیکن اگر تم میرے گھر تک پہنچ گ ئی ے تو پھر میرے بعد میرے خاندان والے اپنی کسی بیٹی کو سکول بھی نہیں بھیجیں گے۔

اس کی بات پر صفوان نے ہونٹ بھینچ لیا۔

کیا میں تمہاری پڑھائی ی کے بعد اپنے والدین کو لے کر آ سکتا ہوں۔

اس کی بات پر وہ چپ ہو گ ئی ی۔ اس نے اپنے بیگ میں سے پین اور نوٹ بک نکال کر اس پر کچھ ہندسے گھسیٹے اور ایک نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

یہ میرے بھائی ی کا نمبر ہے۔ ""جس دن میں اپنی پڑھائی ی ختم کر کے یہاں سے چلی جاؤ ں اس کے ٹھیک ایک سال بعد اس سے رابطہ کر لینا۔ ""اگر اس وقت تک میں تمہیں یاد رہی تو۔""

صفوان اتنے میں ہی خوش ہو گیا۔ اس کے ل ئی ے امید کی ایک کرن تھی۔

میں کل آسٹریلیا جا رہا ہوں۔ جب لوٹوں گا تب تک تمہاری پڑھائی ی بھی مکمل ہو چکی ہو گی۔

تم مجھے تب تک ثابت قدم پاؤ ں گی۔

""وہ مسکراتا ہوا وہ نوٹ اپنے وائی لٹ میں رکھتا اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔

اور زینیہ سر جھکائے یونیورسٹی روڈ پر چل پڑی اور نا محسوس طریقے سے اسے سوچنے لگی۔

فائی قہ اور اس کی دوستی کو چھ مہینے ہو گ ئی ے تھے۔ اور دوسرے سمسٹر کے پیپرز کے بعد اب رزلٹ آنے کا انتظار تھا۔

اور جب رزلٹ اناؤ نس ہوا تو وہ زینیہ کے ل ئی ے بہت بڑا دھچکا تھا۔ کیونکہ وہ بامشکل پاس ہوئی ی تھی۔ اور اس کے ل ئی ے یہ بہت شرمندگی کی بات تھی۔

پھر اکثر اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ الٹا ہونے لگا۔

اس کی کتابیں غائی ب ہونے لگیں۔ کبھی اس کے نوٹس اس کے بیگ میں سے غائی ب ہونے لگے۔

فائی قہ اس کے ہاسٹل بھی آنے لگی اور اکثر رات گ ئی ے واپس جاتی۔اس کے روم میں ایک الیکٹریکل کیٹل تھی، جس میں وہ لوگ رات کو چائے بنا کر پیتے تھے۔اور اب زیادہ تر رات کی چائے فائی قہ ہی بنانے لگی۔

زینیہ چائے پینے کے بعد جلدی ہی سو جاتی اور اکثر اوقات اس کی آنکھ دن کے ایک دو بجے کھلتی۔وہ بہت پریشان رہنے لگی۔یونیورسٹی میں کم اسٹینڈنس کی وجہ سے اسے وارننگ لیٹر بھی ایشو کیا گیا۔اور پھر اسے فائی قہ پر کچھ شک سا گزرا ایک رات جب اس نے اس کے ل ئی ے چائے بنائی ی تو وہ زینیہ نے چپکے سے ڈسٹ بن میں الٹ دی اور فائی قہ کی موجودگی میں ہی نیند کا بہانہ کر کے سو گ ئی ی۔پھر وہ روز یہی کام کرنے لگی اور یونی میں اسے دیکھ کر فائی قہ کے ماتھے کے بل بڑھنے لگے۔

وہ اس وقت یونیورسٹی گراؤنڈ میں موجود تھی۔موسم صاف تھا۔دھوپ چمک رہی تھی لیکن دور کہیں آسمان کے کناروں پر بادل سر اٹھا رہے تھے۔ان دونوں لاسٹ سمسٹر چل رہے تھے۔فائی قہ سے اب وہ کھیچی کھیچی سی رہنے لگی۔

اور پھر فائی نل رزلٹ والا دن بھی آ گیا۔زینیہ نے یونی میں ٹاپ کیا تھا۔اور فائی قہ کے ل ئی ے یہ بات نا قابل برداشت تھی۔وہ زینیہ کو سخت نظروں سے گھورتی اس کے پاس سے گزر گ ئی ی۔لیکن اس نے نوٹس نہیں کیا۔وہ یونی میں مس الیگینس کے نام سے مشہور تھی۔سب لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے۔بہت سے لڑکوں اور لڑکیوں نے اسے مبادکباد دی۔یونی کے سبھی لڑکے اس کی بہت عزت کرتے تھے۔

پھر اس نے صفوان کے دوستوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ جنھوں صرف مبارک باد نہیں دی بلکہ اس کے لئے پھول اور بہت سارے تحائف بھی لائے تھے۔

وہ ہاسٹل پہنچنے تک بہت تھک چکی تھی۔ لیکن پھر بھی اس نے سارے تحائف کھولے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اسے وہ تحائف دئیے تو مختلیف لوگوں نے تھے۔ لیکن سب پر صرف صفوان یحیی کا نام ہی لکھا تھا۔ اور پہلی بار اس نام نے اس کے دل کے تاروں کو چھیڑا تھا۔ چار سال گزر چکے تھے، لیکن وہ اسے نہیں بھولا تھا۔

اس کے بعد ڈائری کے سارے صفحے کورے تھے ان پر اس سے آگے کچھ نہیں لکھا گیا تھا۔

زرغام نے ڈائری بند کر دی اور سر ٹیبل پر رکھے اپنے ہاتھوں پر گرا دیا۔

اسے آج بھی وہ دن یاد تھا۔ جب اسے یونی کے ہی کسی لڑکے نے کال کر کے اسے بتایا تھا کہ زینیہ ہاسپٹل میں ہے۔ وہ پاگلوں کی طرح وہاں گاؤں سے اسلام آباد پہنچا تھا۔

جہاں ڈاکٹر سے اسے پتہ چلا تھا کہ اس کی بہن کا ریپ کیا گیا ہے۔ اور اسکے پیٹ میں چاقو سے وار کیے گئے ہیں۔

اس کی زندگی تو بچ گئی لیکن وہ ایک گہری نیند میں سو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے مجرموں کے نام بھی کہیں چھپ گئے۔

لیکن زرغام نے جو معلومات اکٹھی کی تھیں اس سے اسے یہی پتہ چلا تھا۔ کہ جس دن یہ واقعہ ہوا تھا اس دن وہ فائقہ کے ساتھ یونی سے گئی تھی۔

وہ جب اسلام آباد میں دردانہ بیگم کے گھر پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ فائقہ سلطان تو اپنے گاؤں چلی گئی ہے۔

Urdu Novels Ghar

اس نے امو جان اور بابا سے ریپ والی بات چھپالی اور صرف یہی بتایا کہ کوئی ی چور تھے جو اس سے موبائی ل اور پیسے چھین رہے تھے اور اس ہاتھاپائی ی میں وہ زخمی ہو گ ئی ی ہے۔ لیکن آگے کے دن زیادہ مشکل ہو گ ئی ے تھے۔ جب وہ بے ہوشی سے واپس ہوش کی دنیا میں نہیں لوٹی۔ وہ ہر روز ایک ن ئی ی امید سے اٹھتا شاید آج وہ خوبصورت دن ہو جب وہ نیند سے جاگ جائے گی۔ لیکن ڈکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ خود ہی ٹھیک نہیں ہونا چاہتی اور جب تک وہ نہں چاہے گی وہ اس نیند سے باہر نہیں آسکتی۔

وہ سب کچھ سن سکتی تھی، محسوس بھی کر سکتی تھی۔

زرغام سلطان خان کی حویلی گیا تھا۔ اس نے سلطان خان سے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو بلائے۔

تب فائی قہ سلطان بڑے زعم سے وہاں آئی ی تھی۔ اور زرغام کے زینیہ سے پیش آنے والے حادثے کے متعلق پوچھنے پر وہ مکر گ ئی ی کہ وہ تو زینیہ کو جانتی ہی نہیں ہے۔ زرغام اس کو مارنے کے ل ئی ے اس کی طرف بڑھا تھا۔ لیکن سلطان خان کے گارڈز درمیان میں آگ ئی ے تھے۔ اور وہ وہاں سے لوٹ آیا۔

لیکن اگلی صبح اس کے ل ئی ے ایک اور قیامت ل ئی ے کھڑی تھی۔ جب اسے پنائی یت نے طلب کیا اور اس پر فائی قہ سلطان نے الزام لگایا تھا کہ زرغام نے اس کے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی ہے۔

اور زرغام اس مکار لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔

اور پھر زرغام نے گواہی کے لئے اپنے کچھ دوستوں کو پنچائیت کے سامنے پیش کیا کہ جن دنوں کی فائقہ سلطان بات کر رہی ہے ان دنوں وہ گاؤں میں نہیں تھا۔

لیکن اس واقعے کے بعد زرغام اور اس کے بابا کی ساکھ بہت متاثر ہوئی تھی۔

اور پھر فون پہ فائقہ سلطان نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر آئندہ مجھے نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچا بھی تو میں تمہیں اس قابل بھی نہیں چھوڑوں گی کہ تم اور تمہارا باپ اس گاؤں میں بھی رہ سکو۔

اور زرغام باپ کی ناراضگی اور ان کی عزت کی خاطر خاموش ہو گیا۔

زینیہ کو کوما میں گئے پورے تین سال گزر چکے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دردانہ بیگم یہاں سے وہاں ٹہل رہی تھیں۔ سلطان خان ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ بڑی ہونے کی وجہ سے سارے فیصلے ان کی ہی ہوتے تھے۔ فائقہ کی شادی بھی دردانہ بیگم نے اپنے ہی جاننے والوں میں کی تھی۔ انہیں سالوں گزر گئے تھے، اسلام آباد میں آئے ہوئے اور وہ یہاں کے ماحول میں رچ بس گئی تھیں۔ فائقہ بھی ان کے ہی نقش قدم پہ چل پڑی تھیں۔ وہ اپنی روایات اور اقدار کو بھول چکی تھیں۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے کچھ پل کے لئے رکیں۔

سلطان خان یہ تم مجھے مشکل میں ڈال رہے ہو۔ تیری اس بیٹی کو میں اپنی بہو تو بنالوں لیکن مجھے نہیں لگتا یہ گھر بسائے گی۔ یہ تو بالکل ماں پر گئی پرانے خیالات کی ہے۔

چلو پھر ٹھیک ہے کل ہی ان دونوں کا نکاح کرواتے ہیں اور پھر بعد میں ولیمہ کر لیں گے۔ تم گاؤں جا کر کہنا کہ زرغام علی خان نے زینب کو طلاق دے دی ہے۔

تبھی زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھول کر زینب اندر آئی ی تھی۔

''آپ لوگ ہوش میں ہیں؟''خود بھی گنہگار ہونا چاہتے ہیں اور مجھے بھی گنہگار کر رہے ہیں۔

''دیکھ لے سلطان خان اس لڑکی کی زبان، میں کہتی ہوں اس کا جلدی سے کچھ کرو نہیں تو یہ اس زرغام کے ساتھ بھاگ جائے گی۔

ہاں جاؤں گی اسی کے پاس شوہر ہے وہ میراا وراس کے نکاح میں ہوتے ہوئے۔۔۔۔۔چٹاخ کی آواز کے ساتھ ایک زوردار تھپڑ زینب کے منہ پر پڑا تھا۔

اوراس کے بعد سلطان خان نے پے درپے کہیں تھپڑ اسے رسید کیے۔اور وہ حیرت اور بے یقینی سے اپنے باپ کو دیکھنے لگی۔

تواس کے پاس جائے گی؟ میں تجھے زندہ چھوڑوں گا تو تم کہیں جاؤ گی۔

وہ اس کا گلہ دبانے کے ل ئی ے آگے بڑھے تھے۔جب درمیان میں سفیر آ گیا۔ماموں جانے دیں، چھوڑ دیں اسکو۔

اور وہ اسے خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

یہ اسکے ساتھ جائے گی جس کے باپ نے میری بہن کے ل ئی ے انکار کیا تھا۔

سلطان خان کی بات سن کر دردانہ خان کے زخم ہرے ہو گ ئی ے تھے۔

جبکہ زینب سلطان کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح اس کمرے سے باہر نکل گ ئی ی۔

سفیر اس لڑکی پر نظر رکھنا اور ہاں اس کا موبائ ل بھی لے لو۔

ماں یہ کام میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔

دردانہ آپا آپ بس یہاں اس لڑکی کو سنبھال لیں۔

زرغام علی خان کا سینہ تو میں گولیوں سے چھلنی کروں گا۔اس نے میرے سامنے میرے جوان بیٹے کو مارا ہے۔میں اسے عبرت کا نشان بنادوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ آج کافی دنوں کے بعد ہاسپٹل آیا تھا۔اور روم کا دروازہ کھول کر وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔

زینیہ کے بیڈ کے پاس سر جھکائے بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ تیزی سے اندر آیا۔

اپنے قریب آہٹ محسوس کر کے صفوان نے سر اٹھایا اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

اسلام علیکم کے ساتھ اس نے اپنا ہاتھ مصحافہ کے ل ئی ے بڑھایا۔

جسے زرغام نظرانداز کرتا ہوا زینیہ کی طرف بڑھا اور جھک کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

صفوان ایک سائیڈ پہ رکھے بینچ پر بیٹھ گیا۔

زرغام نے زینیہ کا ہاتھ تھام کر چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا۔

اپیا میں نے جاب چھوڑ دی ہے۔میں واپس گاؤں جا رہا ہوں۔ بابا کی جگہ اب مجھے سنبھالنی ہے۔

آپ چلیں گی نہ میرے ساتھ؟ جانتی ہیں ڈاکٹرز نے اجازات دے دی ہے۔میں آپ کو گھر لے جا سکتا ہوں۔

اس کی بات سن کر صفوان کے دل میں درد کی ایک ٹیس ای اٹھی تھی۔

اس کے ہاتھ کا بوسہ لے کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور مڑ کر صفوان کی طرف دیکھا اور اسے اشارے سے باہر چلنے کے ل ئی ے کہا۔

باہر آکر کاریڈور میں موجود ایک بینچ پر دونوں برابر بیٹھ گ ئی ے۔

میرا نام صفوان یحیی ہے۔

جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔آگے بولیں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟

میں آسٹریلیا سے کل ہی لوٹا ہوں۔کچھ نجی مسائ ل کی وجہ سے میں دو سال لیٹ پاکستان آرہا ہوں۔

مجھے آج ہی اپنے ایک دوست کے توسط سے زینیہ کی کنڈیشن کے بارے میں پتہ چلا ہے۔

میرا پاکستان میں کنٹیکٹ نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ اگر مجھے پہلے پتہ چلتا تو میں بہت پہلے ہی لوٹ آتا۔

اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کی ڈگری کے ٹھیک ایک سال بعد تم سے رابطہ کروں۔

لیکن میرے والد کی آسٹریلیا میں ایک ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ اور ان کی کولہوں کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے۔ وہ اب وہیل چئیر پر ہیں۔

بس اسی وجہ سے میں لیٹ ہو گیا۔ لیکن میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔

اب بھی۔۔۔۔۔

جی اب بھی۔۔۔۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا ریپ ہوا ہے۔

زرغام کی اس بات پر اس نے آنکھیں میچ لیں۔

جی ہاں۔۔۔۔۔تب بھی۔۔۔

زرغام نے مسکرا کر آنکھ میں آیا واحد آنسو انگوٹھے سے صاف کیا اور صفوان کی جانب مصحافہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، جسے اس نے خوشدلی سے تھام لیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

وہ کمرے میں نیم اندھیرا کیے پڑی تھی۔بے آواز آنسو بہاتے وہ سوچ میں گم تھی کہ وہ اب کیا کرے گی۔اگر یہاں رہتی تو ایک گناہ کی مرتکب ہوتی اور اگر زرغام علی خان کو مدد کے لئے پکارتی ہے تو تب بھی وہ جانتی ہے کہ زندگی کانٹوں پر بسر کرنے جیسا ہے۔عجیب دوراہے پر آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔جس کے آگے کنواں تو پیچھے کھائی تھی۔

لیکن اسے کسی ایک میں گرنا ہی تھا۔لیکن وہ اللہ کی گنہگار نہیں ہو سکتی تھی۔

تبھی کوئی دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا تھا۔جوں ہی کمرے میں روشنی ہوئی،زینب کو ماں کی پکار سنائی دی۔ان کی آواز بہت مدھم تھی۔

زینیہ نے جھٹ سے منہ سے کمبل ہٹایا اور بھاگ کر ماں کے گلے لگ کر رونے لگی۔

کافی دیر آنسو بہانے کے بعد وہ ماں سے الگ ہوئی۔

آپ کب آئی ہیں؟"اس کی آواز سرگوشی لئے ہوئے تھی۔"

دوپہر میں ہی پہنچی ہوں۔تمہارے باپ نے بلایا ہے کہ تمہیں سفیر سے نکاح کے لئے راضی کروں۔

ان کی بات پر اس نے ان کے ہاتھ جھٹک دئیے۔

"آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں؟"

انہوں نے نفی میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس کی مٹھی میں ایک چھوٹا سا موبائل دیا۔ صبح سے پہلے اگر وہ تمہیں آکر یہاں سے لے کر جا سکتا ہے تو چلی جاؤ۔

ورنہ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی تمہاری قسمت کا فیصلہ تمہارے باپ کے ہاتھ میں ہو گا۔اس کے گال پر بوسہ دے کر وہ بیرونی دروازے کی طرف مڑ گئیں۔۔۔

وہ گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔جب اس کا موبائل بجنے لگا۔اس نے انجان نمبر دیکھ کر کال کاٹ دی اور پھر وقفے وقفے سے کوئی چار بار کال آئی۔پانچویں بار زرغام نے کال ریسیو کر لی۔

دوسری طرف سے جو آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی،اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔

وہ بہت مدہم آواز میں بول رہی تھی۔

دیکھئے کیا آپ مجھے ابھی آکر یہاں سے لے کر جا سکتے ہیں؟

کہاں ہو تم؟

دردانہ پھپھو کے گھر۔۔۔۔

اوکے! میں آرہا ہوں۔۔۔

بلیک پینٹ پر بلیک شرٹ زیب تن کیے کوٹ بازؤں میں ڈالتا وہ بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عجیب شخص ہے ایک بار بھی یہ نہیں پوچھا کہ مس ئی لہ کا ہے۔ کیوں آدی رات کو بھلا رہی ہو۔

اسے کال کیے تقریباً تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ صبح ہونے میں بس ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا۔اس نے ایک بیگ میں اپنا مختصر سا سامان رکھ کر جانے کے ل ئی ے تیار کھڑی تھی۔

وہ بار بار گھڑی دیکھ رہی تھی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کے خدشے بڑھتے جا رہے تھے۔

تبھی اس کا موبائی ل وائی بریٹ ہوا۔ زرغام کا نمبر دیکھ کر اس نے جھٹ سے کال ریسیو کی۔

اپنے کمرے کی لائی ٹ دو بار آن کر کہ آف کرو۔اس نے اس کی بات پر عمل کیا،اور فون دوبارہ کان سے لگایا تو وہ کال کٹ چکی تھی۔

لگتا ہے مجھے یہ شخص بے وقوف بنا رہا ہے۔

اگلے لمحے اس کے کمرے کی کھڑکی پر دستک ہوئی ی تھی۔اور ساتھ ہی ایک بار پھر سے موبائی ل پر کال آنے لگی۔اس نے آگے بڑھ کر کھڑکی کھول دی۔

زرغام جلدی سے اندر داخل ہوا اور سب سے پہلے لائی ٹ آف کی۔

بلیک کلر کے قمیض شلوار پہ بلیک بڑی سی چادر رکھے وہ رات کا ہی حصہ لگ رہی تھی۔

اس کے ہاتھ میں موجود مختصر سے سامان پر نظر ڈال کر اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا۔

چلیں۔۔۔۔۔۔۔

زینب نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کے پیچھے کھڑکی کی طرف مڑ گ ئی ی۔ کھڑکی کے ساتھ ہی چھوٹی سی منڈیر تھی جس سے زرغام تو تیزی سے گزر گیا، لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑی خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہ گ ئی ی۔

زرغام علی خان نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور پھر اگلے پانچ منٹ میں وہ ساتھ والے گھر کے صحن میں تھے۔

صحن کی دیوار پھلانگ کر وہ مختلیف گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک مین روڈ پر پہنچے، جہاں زرغام خان کی گاڑی کھڑی تھی۔

وہ ریش ڈرائی یو نگ کرتا ہوا ہاسپٹل پہنچا زینب کو زینیہ کے کمرے میں چھوڑ کر اسے کچھ ضروری ہدایات دے کر وہ وہاں سے گاؤ ں کی طرف نکل آیا۔

راستے میں اس نے صفوان کو ساری صورتحال بتائی ی اور اسے صبح ہاسپٹل جا کر زینب کی خبر گیری رکھنے کے ل ئی ے کہا۔

اس نے اپنی گاڑی ایک دوست کے گھر چھوڑی اور دوست کی گاڑی لے کر ٹھیک آٹھ بجے وہ اپنے گاؤ ں میں تھا۔ جہاں صبح صبح اعلان کیا گیا تھا کہ آج زرغام علی خان کی دستار بندی کی جائے گی۔-----------------

----

صبح دس بجے کے قریب فائی قہ زینب کے کمرے میں آئی ی اور کافی دیر دروازے پر دستک دینے کے بعد جب کوئی ی جواب موصول نہ ہوا تو وہ سلطان خان سفیر اور باقی سکو بلا لائی ی۔

جب ایکسٹرا کی کے ساتھ دروازہ کھولا گیا تو اندر زینب کی غیر موجودگی پر سب کو سانپ سونگھ گیا۔

سب سے پہلے ہوش فائی قہ کو ہی آیا۔ باباجان وہ زرغام علی خان اسے لے گیا ہے۔

اس کی بات پر وہ ہوش کی دنیا میں لوٹے۔

وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔ سلطان خان نے جلدی سے جیب سے موبائی ل نکالا اور نزاکت کو کال ملائی ی۔

نزاکت اپنے بندوں کو لے کر اسلام آباد پہنچ آؤ۔

صاحب خیر تو ہے؟

آج زرغام علی خان کی زندگی کا آخری دن ہو گا، نزاکت جلدی سے شہر پہنچو۔۔

صاحب اگر زرغام خان کو مارنا ہے تو شہر آنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو ابھی گاؤ ں میں ہے، اس کی آج دستار بندی ہو رہی ہے۔۔

۔ کیا؟ اس کی بات پر ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سلطان خان ہاتھوں میں موبائی ل تھامے گم صم کھڑے تھے۔ اگر وہ گاؤ ں میں ہے تو زینب کس کے ساتھ گ ئی ی ہے۔

انہوں نے اپنی بیوی کو مشکوک نظروں سے دیکھا، جو خود بھی زرغام علی خان کی گاؤں میں موجودگی کے بارے میں سن کر کافی پریشان لگ رہیں تھی۔

سلطان خان نے ان کی حالت دیکھتے ہوئے سر جھٹکا، اور سفیر کی طرف رخ کیا۔

سفیر اپنے کنٹیکٹ یوز کرو اور سارے ہاسٹلز چھان مارو اس کی یونیورسٹی کی دوستوں سے اس کے بارے میں انفارمیشن لو۔

سفیر کو ہدایات دے کر وہ اپنے موبائل میں کوئی نمبر پریس کرنے لگے۔ نزاکت تمہاری بہن زرغام کی حویلی میں کام کرتی ہے نہ اس سے پتہ کرواؤ کیا زینب زرغام کی حویلی میں موجود ہے۔ جی سردار میں جلد سے جلد پتہ کروا کے آپ کو بتاتا ہوں۔

دردانہ بیگم نے گلا کھنکھار کر سلطان خان کو متوجہ کیا۔

سلطان خان مؤدب سے بہن کے سامنے بیٹھ گئے۔

سلطان خان تو نے زرغام علی خان کو بہت ہلکا لیا ہے۔ وہ اپنے باپ کی طرح سیدھا سادہ نہیں ہے۔ بہت شاطر دماغ ہے اس کا لڑکی کو لے کر وہیں گیا ہے۔ اور مجھ سے لکھوا لے وہ دستار بندی کے بعد جرگہ بلائے گا۔

اور دردانہ کی بات پر وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے۔------------------------------------

----

صفوان آٹھ بجے کے قریب ہاسپٹل پہنچا کھانے پینے کے کچھ لوازمات لئی ے وہ دروازے پر دستک دیتا ہوا اندر داخل ہوا۔

ساری رات کے جگ رتے کے بعد زینب بے غم سو رہی تھی۔ کھٹکے کی آواز پر وہ کچی نیند سے بیدار ہوئی ی اور چادر سے اپنے چہرہ چھپاتے ہوئے اٹھ کہ بیٹھ گ ئی ی۔

صفوان نے اندر داخل ہو کر ہاتھ میں موجود بیگ ایک سائی یڈ پہ پڑے ٹیبل پر رکھے، اور نظریں جھکائے ایک سائی یڈ پہ رکھے بینچ پر بیٹھ گیا۔

زرغام نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ آپ کے کھانے پینے کا کچھ سامان ہے۔ ہاسپٹل کی انتظامیہ کو بھی میں نے بتادیا ہے کہ آپ یہاں تیماردار کی حثیت سے رہیں گی۔ آپ یہاں بالکل محفوظ ہیں۔

اسکی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور صفوان اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔

بات سنیں!

اس ک پکار پر وہ بغیر مڑے رک گیا۔

مجھے آپ کا موبائی ل چائی یے ہے۔ مجھے کسی کو اپنی خیریت کی اطلاع کرنی ہے۔

معاف کیجئ یے گا مجھے زرغام نے آپ کو موبائی ل دینے سے منع کیا ہے۔

اس کی بات پر وہ تلملا کر رہ گ ئی ی۔اور بند دروازے کو دیکھنے لگی، جہاں سے وہ باہر گیا تھا۔

اس کا ایک دل کیا وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ لیکن وہ جانتی تھی اگر یہاں سے وہ بھاگ گ ئی ی تو اس کا باپ اسے آسانی سے ڈھونڈ لے گا۔ کیونکہ اس کے پاس یہاں سے مضبوط اور کوئی ی ٹھکانہ نہیں ہے۔

اورا گر اس بار اس کا باپ اس تک پہنچ گیا تو اس کے عتاب سے اسے کوئی ی بھی نہیں بچا سکے گا۔ کیونکہ سلطان خان کے دل پہ اس کے بیٹے کے موت کی آگ جل رہی تھی۔اور اس آگ میں جل کر نہ جانے ابھی اور کس کس نے بھسم ہونا تھا۔

وہ چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھی اور واش روم میں منہ ہاتھ دھو کر پیکٹ میں سے کھانا نکال کر کھانے لگی۔ کھان کھا کر وہ وضو کی نیت سے واش روم میں گھس گ ئی ی۔ باہر نکلی تو پہلی بار اس کی نظر اس کمرے میں موجود دوسری خاموش شخصیت پر پڑی۔ جو سوتے ہوئے بھی اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ وہ کتنے پل اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے دیکھتی رہی۔

بڑی بڑی غلافی آنکھیں، سنہری بالوں کی چٹیا، بے انتہا گوری رنگت، گلابی پنکھڑیوں سے لب وہ اس کے حسن سے حد درجہ متاثر نظر آرہی تھی۔

اسے اس لڑکی میں زرغام علی خان کی مشابہت نظر آئی ی۔اس کے چہرے سے ہوتی ہوئی ی اس کی نظر اس کے ہاتھوں پر ٹک ٹک گ ئی ی۔ سفید ہاتھوں میں ہلکا گلابی پن تھا۔ بائیں ہاتھ کی مخروطی انگلی میں ڈائی منڈ کی بیش قیمت رنگ پڑی تھی۔ جو اس کے ہاتھوں کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی تھی۔

سلطان خان فون کال سننے کے بعد یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا۔

دردانہ بیگم نے چشمے کے پیچھے سے سلطان خان کو دیکھا۔

کیا ہوا ہے سلطان؟

وہ چلتے چلتے ایک جگہ پہ کھڑے ہو گ ئی ے۔

زرغام علی خان نے کل جرگہ بلایا ہے۔ سردار اعلیٰ سلمان پاشا نے مجھے بھی بلایا ہے۔

ہمم! تم جاؤ سلطان وہ یقیناً زینب کو جرگے کے سامنے پیش کرے گا۔

اور ان کی بات پر وہ گہری سوچ میں ڈوب گ ئی ے۔

دردانہ اپنی بیٹی کا خون تو ہمارے علاقے میں معاف ہے نہ۔ جو بیٹیاں باپ کے سامنے سر اٹھانے کی ہمت کر لیں انہیں جینے کا کوئی ی حق نہیں ہے۔

سلطان خان پہلی بار تو نے مرد ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اس کو وہیں جہنم واصل کر دینا۔

جرگے میں سب لوگ موجود تھے۔سلطان خان کی نگاہیں زینب کو ڈھونڈ رہیں تھی۔لیکن وہ کہیں نہیں تھی۔

سلمان پاشانے ہی بات کا آغاز کیا۔

سلطان خان تمہاری بیٹی کہاں ہے،زرغام علی خان چاہتا ہے کہ تم زینب کو اس کے حوالے کر دو۔

اور سلمان پاشا کی بات پر سلطان خان ہک دہک رہ گ ئی ے۔وہ تو کیا سوچ کر آ ئے تھے۔جبکہ زرغام خان نے تو ان کے ساتھ ہی گیم کھیلی تھی۔

جی مجھے کچھ وقت چاہئی یے،میں ایک ہفتے تک اسے لے آؤ ں گا۔سلطان خان کی بات پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے زرغام علی خان نے استہزایہ ہنسی ہنسا۔

اس کی ہنسی سلطان خان کو طیش دلا گ ئی ی۔

اور اس نے تیزی سے اپنا پسٹل نکال کر زرغام علی خان پر تان لیا۔جبکہ وہ اطمینان سے اٹھ کر سینہ تان کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

زرغام کے آدمیوں نے سلطان خان اور اس کے آدمیوں کے سروں پر پہلے ہی نشانہ باندھ لیا تھا۔زرغام اپنی چادر کو ایک جھٹکا دے کر درست کرتا ہوا اپنی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔جبکہ سلطان خان نے زہر خندہ نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور اپنا پسٹل نیچے کر لیا۔-------------------

زرغام تم اس لڑکی کو حویلی لے آؤ۔

لے آؤں گا امو جان! بس ایک ہفتہ جو سلطان نے مانگا ہے وہ پورا ہونے دیں۔

میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیا عذر بیان کرے گا۔اپنی بیٹی کی غیر موجودگی کا۔

زرغام چھوڑ دو، بس کر دو اور اپنا گھر بسالو۔

اس نے ایک گہری سانس بھری۔امو جان میری جان سے پیاری بہن ہاسپٹل میں زندگی اور موت کے درمیان جھول رہی ہے۔

ابھی تو میں خاموش ہوں، طوفان تو اس دن اٹھے گا جس دن ہوش کی دنیا میں لوٹے گی۔اور زائی رہ خاتون نے اپنے جوان جہان بیٹے کو دیکھا جو اپنے دادا کی طرح دشمنیاں بھی ایسے نبھار ہا تھا۔ جیسے وہ اس کا قیمتی رشتہ ہو۔

رات کی سیاہی اپنے پر پھیلا رہی تھی۔حویلی کی اونچی دیواروں کے پار اس وقت سلطان خان غضب ناک ہو رہا تھا۔اور اسکے عتاب کا نشان اسکے ادنیٰ ملازم بن رہے تھے۔

اس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ زرغام علی خان کے ساتھ کیسے نبٹے۔اس کی ہر چال الٹی پڑ رہی تھی۔وہ غصے سے بپھرا ہوا تھا۔------------------------------------

بلیک ہوڈی سے منہ چھپائے وہ اپنے فلیٹ سے نکلا اور لفٹ سے نکل کر سر جھکا کر وہ اس بلڈ نگ کی حدود سے باہر نکل آیا۔مین روڈ پر آکر اس نے ایک ٹیکسی لی اور اسے مطلوبہ جگہ کا نام بتا کر چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔

ہاسپٹل سے تھوڑا پہلے وہ ٹیکسی سے اتر آیا اور اب اس کا رخ ہاسپٹل کی جانب تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو کمرا خالی تھا۔ وہ چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا اور جھک کر زینیہ کی پیشانی پر بوسہ دینا چاہا۔ لیکن اس سے پہلے ہی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کی طرف کھینچا وہ اس افتادہ کے ل ئی ے تیار نہیں تھا۔ اس ل ئی ے اسکے ساتھ ہی کھینچتا چلا گیا، لیکن جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور پیچھے موجود شخصیت کے ہاتھ کو پکڑ کر ایک جھٹکا دے کر سامنے کیا تو زینب کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

دوسری طرف وہ بھی اسے دیکھ کر پریشان ہو گ ئی ی۔ سوری! میں نے سوچا نہ جانے کون ہے اور شاید انہیں کوئی ی نقصان پہنچانے والا ہے۔

اسکی بات پر زرغام نے اثبات میں سر ہلایا اور نرمی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

وہ وضو کر کے واش روم سے نکلی تھی۔ اس کے چہرے پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح اس کے چہرے سے پھسل پھسل کر نیچے گر رہے تھے۔ اور اس نے ہمیشہ کی طرح بلیک چادر لپیٹ رکھی تھی۔ اس کی نظریں اپنے چہرے پر جمے دیکھ کر وہ کنفیوژ سی ہو گ ئی ی اور اس کی سائیڈ سے نکل کر ایک سائیڈ پہ رکھے بینچ پر جا کر بیٹھ گ ئی ی۔

جبکہ زرغم سر جھٹک کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو اس کے ساتھ دو ڈاکٹرز بھی تھے۔

ڈاکٹرز زینیہ کا معائی نہ کرنے لگے جبکہ وہ زینب کے برابر آکر بینچ پر بیٹھ گیا۔اس کا کندھا زینب کے کندھے کے ساتھ مس ہوا تو خود میں سمٹ گ ئی ی اور غیر ارادی طور پر اس کے اپنے درمیان تھوڑا سا فاصلہ قائی م کر گ ئی ی۔

زرغام علی خان کی نظریں سامنے تھی۔ لیکن پھر بھی اس نے اس کا چونکنا اور پھر فاصلہ قائی م کرنا اس کی آنکھوں سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔اس کے چہرے پر ناگوار سے تاثرات پھیل گ ئی ے اور وہ بینچ سے اٹھ کر سامنے موجود ونڈو میں کھڑے ہو کر باہر دیکھنے لگا۔

زینب نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا جو ایک ہاتھ ونڈو پر رکھے جب دوسرا ہاتھ پاکٹ میں رکھے پوری دل جمعی سے باہر دیکھ رہا تھا۔بلیو جینز پر بلیک ہوڈی پہنے ہلکی ہلکی داڑھی صاف رنگت پیشانی پر پھیلے بال جنہیں وہ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھوں سے پیچھے کرتا تھا لیکن وہ پھر سے اسکی پیشانی کو چھونے کی خواہش میں واپس آگے آجاتے۔

زینب نے اپنے دل کی غیر ہوتی حالت پہ نظریں جھکا لیں۔ لیکن دل پھر سے اسے دیکھنے کے ل ئی ے بضد تھا۔

اب کی بار اس نے نظریں اٹھائی ی تو وہ تیز نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ جی جان سے کانپ گ ئی ی، جیسے اس کی چوری پکڑی گ ئی ی۔

تبھی ایک ڈاکٹر اسکے پاس آیا۔

سردار صاحب مبارک ہو، آپ کی بہن کی کنڈیشن بہت حوصلہ آفزا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائی یں گی۔اور ڈاکٹرز کی بات سن کر اس کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گ ئی ی۔

ڈاکٹرز کے جانے کے بعد وہ زینیہ کے پاس آیا۔

ایپاآپ نے سناڈاکٹرز کیا کہہ رہے ہیں آپ ٹھیک ہیں۔بس آپ جلدی سے اٹھ جائی یں پھر میں آپ کو حویلی لے کے چلوں گا۔ ہم اپنے گھر چلیں گے اموجان کے پاس چلیں گے۔

زینیہ سب سن رہی تھی۔وہ اس سے پوچھناچاہتی تھی۔ صرف اموجان کے پاس کیوں؟

کیابابا جان مجھے قصوروار سمجھتے ہیں۔

وہ کمرے مس موجود اس لڑکی کو بھی دیکھناچاہتی تھی جس کالمس وہ محسوس کررہی تھی۔اس خاموش کمرے میں جس کی سسکیاں گونجتی تھیں۔

بے بسی سے اسکے آنسو نکل آئے۔ جنہیں ہمیشہ کی طرح زرغام علی خان نے پوروں پر چن لیا۔

وہ پھر سے جا کر ونڈو میں کھڑا ہو گیا۔میں واپس گاؤ ں جارہا ہوں۔ایک ہفتے کے بعد واپس آؤ ں گا۔ پھر تمہیں بھی لے جاؤں گا۔

اور وہ سر جھکائے بیٹھی زینب پر ایک گہری نظر ڈال کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

اور وہ خاموش نظروں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی جہاں سے وہ باہر گیا تھا۔

حُب عربی زبان کا لفظ ہے جسکا مطلب دل کی گہرائیوں سے ہونی والی محبت ہے اور جب کوئی اپنا سیاہ سے سیاہ رُخ اس ڈر کے بغیر آپ کے سامنے کھول کرر کھ دے کہ آپ نہ تو اس کو دھتکاریں گے اور نہ طعنہ بازی کریں

گے ،جب کوئی بچوں کی طرح آپ کے سامنے اونچااونچا رو لے ، یا پھر پاگلوں والی کوئی بات کر کے ہنس لے ، کہ آپ اسے دل سے جانتے ہیں ،آپ سمجھیں کہ وہ مطمئن ہے کہ اسکی بات صرف آپ تک ہی محدود رہے گی تو اس تعلق کو حب کہتے ہیں۔

زینب کا زرغام کے ساتھ تعلق بھی بس ایسا ہی تھا۔اسی لئے توجب اس کے لئے سارے راستے بند ہو گئے تھے۔اس نے اسے پکار لیااور وہ بھی بغیر کوئی سوال کیے اس تک چلا آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک ہفتے کے بعد آج پھر سے جرگہ بلایا گیا تھا۔ جرگے میں سب لوگ موجود تھے۔

بلیک قمیض شلوار پہ سر پر وائٹ دستار رکھے علاقے کے سارے سردار موجود تھے۔

سلطان خان سر جھکائے بیٹھا تھا، کیونکہ اس ایک ہفتے میں اس نے اسلام آباد کا ایک ایک کونہ چھان مارا تھا لیکن زینب سلطان کو نہ جانے زرغام علی خان نے کس کونے میں چھپا دیا تھا۔

سلمان پاشا کی آواز سلطان خان کے کانوں میں گونجی تو وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر نکلا۔

جناب سردارِاعلیٰ میری بیٹی زینب کو یہ شخص زرغام علی خان پہلے ہی اغوا کر کے نہ جانے کہاں چھپا دیا ہے۔

زرغام علی خان ٹانگ پہ ٹانگ رکھے اطمینان سے بیٹھا رہا۔

سلمان پاشازرغام کی طرف مڑے۔ سردار زرغام علی خان کیا سلطان خان نے آپ پر جو الزام عائد کیا ہے وہ درست ہے۔

زرغام علی خان نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ چئیر سے تھوڑا آگے ہو کر بیٹھا، جی وہ میرے پاس ہی ہے لیکن میں نے اسے اغوا نہیں کیا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے مرے پاس آئی ہے۔

اگر ایسا ہے تو اسے جرگے کے سامنے پیش کرو سلطان خان للکار کر بولے۔

اس کے لئے اسے یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہے اس کا وڈیو پیغام۔ اس نے موبائل سردار اعلیٰ کے آگے کرتے ہوئے کہا۔

وہ بھی جرگے میں پیش ہو جائے گی، لیکن اس سے پہلے اس کی جان کی امان چاہئیے ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ سلطان خان اس کی جان لینے کے درپہ ہیں۔ اور ہاں انھوں نے اس کا زبردستی نکاح پہ نکاح کروانے کی کوشش بھی کی ہے۔

سلطان خان تم اتنے گر گئے ہو۔

جی نہیں سردار اعلیٰ یہ لڑکا مجھ پر الزام لگا رہا ہے۔

لیکن صرف یہ لڑکا نہیں کہہ رہا تمہاری بیٹی بھی یہ کہہ رہی ہے۔

سلطان خان کے کندھے ڈھلک گئے۔ وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

سلطان خان تمہیں وارننگ دی جارہی ہے۔اگر آگے سے کچھ ایسا ہوا تو آپ کو اس کی سزا ملے گی۔

زرغام علی خان اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔اور چلتا ہوا سلطان خان کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔

سلطان خان مجھے تمہاری بیٹی کی جان کی امان نہیں چائی یے تھی۔

وہ تو تمہارا خون ہے اگر مرتی ہے تو مر جائے۔میں تو تمہیں یہاں تک اس ل ئی ے لایا ہوں کہ اب جرگے میں وہ شامل ہو گی تو میری بیوی کی حیثیت سے اور جب تم میری بیوی کا خون کرو گے تو پھر خون بہا میں کیا اپنی جان دو گے یا پھر اپنی دوسری شادی شدہ بیٹی فائی قہ سلطان۔

اور اس کی باتیں سن کر سلطان خان کے ماتھے پر پسینے کے ننھے قطرے نمودار ہوئے تھے۔

زرغام نے ٹشو اس کی طرف بڑھایا تھا اور بڑی شان سے اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔-----------------

----

آج اس کی طبعیت بہت خراب ہورہی تھی۔اس کا وجود شل ہورہا تھا۔اسے آرام کی ضرورت تھی، لیکن ہاسپٹل کے اس کمرے میں اس کے آرام کے ل ئی ے ایک بینچ ہی تھا۔وہ ڈاکٹر سے دوائی ی لے کر تھکے تھکے قدموں سے روم میں داخل ہوئی ی۔دروازہ کھولتے ہی سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ ایک پل کے ل ئی ے ٹھٹھک کر رک گ ئی ی۔

اسلام علیکم ! کہہ کر وہ اندر داخل ہوئی ی چار قدموں کا فاصلہ طے کر کے اس کی سانس پھولنے لگی تھی۔

وہ جا کر بینچ پر بیٹھ گ ئی ی۔ لیکن اسے لگ رہا تھا اس کا جسم ٹوٹ رہا ہے۔

میں۔۔۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ چلیں ؟ اس نے مشکل سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا، لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

جی چلیں ! اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

زرغام علی خان نے زینب کے پاس رکھا اپنا کوٹ اٹھا کر بازو میں ڈالا اور گاڑی کی چابی لے کر ایک بار زینیہ کے پاس اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ زینب تب تک اپنا بیگ نکال کر بینچ پر رکھ چکی تھی۔ جسے باہر نکلتے ہوئے زرغام علی خان لے کر باہر نکلا تھا۔

وہ کانپتے وجود کے ساتھ اس کے پیچھے چل دی۔ لیکن گاڑی تک پہنچتے پہنچتے وہ ہانپ گ ئی ی۔ وہ فرنٹ ڈور کھولے اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔

زینب نے شدت سے خدا سے دعا کی کہ بس وہ ایک بار گاڑی کی سیٹ تک پہنچ جائے۔ لیکن ہر گھڑی قبولیت کی نہیں ہوتی۔ وہ گاڑی سے تقریباً ایک انچ کے فاصلے پر تھی۔ جب اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ لیکن آنکھیں بند ہونے سے پہلے اس نے زرغام علی خان کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے جس وقت اسے تھاما تو اسکا جسم بھٹی کی طرح جل رہا تھا۔ اسے اپنی بانہوں میں اٹھا کر اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور اپنے فلیٹ میں لے آیا۔

اسے بیڈ پر لیٹا کر اس پر بلینکٹ ڈال کر وہ اپنے پڑوس میں ہی موجود فخری صاحب کو بھلا لایا جو ایک ڈاکٹر تھے۔ اسے اس فلیٹ میں رہتے ہوئے تقریباً تین سال ہو گ ئ ے تھے۔ اس ل ئ ے آس پاس کافی لوگوں سے اس کی جان پہچان تھی۔

انہوں نے چیک اپ کے بعد کچھ دوائی یں لکھ کر دیں۔ زرغام دیکھو اسے بہت تیز بخار ہے ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتے رہو اور کوشش کرو کہ یہ کچھ کھا لے۔

جی! اس نے اثبات میں سر ہلایا اور انہیں چھوڑنے ڈور تک ایا۔

چونکہ اب کافی دیر ہو چکی تھی۔ اس نے کال کر کہ اموجان کو اس کی خراب طبعیت کا بتایا اور ساتھ ہی آج واپس نہ آنے کے بارے میں بتایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ جس وقت ہوش میں آئی ی وہ اسکے قریب چ ئی یر ڈالے اسکی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں رکھ رہا تھا۔ زینب کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکل گیا۔

زینب بالکل خاموشی سے پڑی رہی۔ وہ پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی۔

دو دن سے خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے اس میں اٹھ کر بیٹھنے کی بھی سکت نہ تھی۔

کچھ ہی دیر کے بعد وہ دودھ اور بریڈ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اور سائیڈ ٹیبل پر دونوں چیزیں رکھ کر وہ اس کے قریب آیا۔ اسکی اٹھنے میں مدد کے ل ئ ے زرغام نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جیسے زینب نے تھام لیا۔

تھوڑی سی ہمت کر کے وہ اٹھ کر بیٹھ گ ئ ی۔ اور دودھ کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی۔

وہ سامنے چ ئی یر پر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے اس کی کاروائی ی ملاحظہ کر رہا تھا۔

آج پہلی زرغام علی خان نے اسے بغیر چادر ے کے دیکھا تھا۔اس کی چادر گلے میں پڑی تھی۔ڈارک براؤن بال گرنے کی وجہ سے کھل کر کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔

بیماری کی وجہ سے اس کی رنگت زردی مائی ل ہو رہی تھی۔دودھ کا گلاس ختم کرک اسے جوں ہی کچھ طاقت محسوس ہوئی ی۔اس نے اپنی چادر سر پر ٹکائی ی۔

زرغام کی نظروں سے خائی ف ہو کر وہ اپنی گود میں رکھے ہاتھوں کو مسلنے لگی۔

سوری میری وجہ سے آپ لیٹ ہو گ ئی ے ہیں۔میں ٹھیک ہوں اب تو ہمیں چلنا چائی یے۔

زرغام نے ایک ہنکارا ابھرا۔۔۔۔

جی ہم کافی لیٹ ہو چکے ہیں۔اب آپ آرام کریں، ہم صبح ہی گاؤ ں کے ل ئی ے نکلیں گے۔

اسکی بات پر اس نے شکر کا کلمہ پڑا اور کمرے سے اس کے جانے کا انتظار کرنے لگی۔

اسے منتظر پا کر وہ کمرے سے نکل گیا۔اور زینب اتنے دنوں کے بعد نرم بستر میسر ہونے سے کچھ ہی پل میں نیند کی وادی میں گم ہو گ ئی ی۔۔۔

وہ کہیں بار کمرے کا چکر لگا چکا تھا۔لیکن وہ گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہی تھی۔وہ اپنے ل ئی ے کافی لے کر ٹی وی کے آگے بیٹھ گیا اور کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔

Urdu Novels Ghar

کھٹکے کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا وہ گلابی قمیض شلوار پہ وائی ٹ بڑی سی چادر ل ئ ے تیار کھڑی تھی۔ میں تیار ہوں ہم چلیں۔

زرغام نے ریموٹ اٹھا کر آواز کم کی۔ اور چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ اسکی پیشانی کو ہاتھ سے چھو کر بخار چیک کیا۔

اب کیسا محسوس کر رہی ہو تم۔

جی ٹھیک ہوں۔

وہ سامنے کچن ہے، ناشتہ کچن میں رکھا ہے۔ ناشتہ کر لو پھر نکلتے ہیں تب تک میں چینج کر لیتا ہوں۔

وہ ناشتہ کر کے فارغ ہوئی ی تو سامنے ہی وہ کوٹ پہنتا ہوا روم سے باہر نکلا۔

چلیں۔ جی چلیں۔ اوکے! پہلے ہی کافی دیر ہو گ ئی ہے۔ وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ اسکے پیچھے چل دی۔

تھوڑی دیر کے بعد بلیک مرسڈیز ہواؤ ں سے باتیں کرتی ہوئی ی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

پانچ گھنٹے کے تھکا دینے والے سفر کے بعد جس وقت وہ لوگ گاؤ ں کی حدود میں داخل ہوئے۔ تو پہلے سے انکے انتظار میں دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک زرغام کی گاڑی کے آگے جبکہ ایک پیچھے چل دی۔

ان کی گاڑی جس وقت حویلی میں داخل ہوئی ی دوپہر ڈھل رہی تھی۔

زرغام خان نے تھوڑی دیر اسکے نیچے اترنے کا انتظار کیا۔ تم اس سائیڈ پہ چلی جاؤ۔ اسے اشارے سے بتا کر اس نے گاڑی پھر سے سٹارٹ کی اور وہاں سے چل دیا۔

زینب نے چاروں اطراف کا جائزہ لیا۔ ایک سائیڈ پہ گیراج تھا جہاں پہلے سے ہی دو تین گاڑیاں کھڑی تھی۔

ایک طرف خوبصورت سا گارڈن تھا۔ جب کے اس کے بالکل سامنے لکڑی کا ایک آہنی دروازہ تھا۔

وہ سست قدموں سے آگے بڑھی اور لکڑی کا دروازہ دھکیلتی ہوئی ی اندر داخل ہوئی ی۔

سامنے ایک بہت بڑا ہال تھا۔ ہال کے درمیان میں رکھے صوفے پر ایک بے حد نفیس سی خاتون بیٹھی تھی۔ بہت سے ملازم آجا رہے تھے۔ ان عورت نے مڑ کر زینب کو دیکھا۔ زینب کو لگ رہا تھا اس کا اصل امتحان اب شروع ہونے والا ہے۔

وہ آگے بڑھی اور سر جھکا کر اس عورت کے قریب جا کر کھڑی ہو گ ئی ی۔

جبکہ زائرہ خاتون الجھی نظروں سے سامنے کھڑی سرخ و سفید رنگت اور خوبصورت نقوش کی مالک لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔ جوڑری سہمی سی کھڑی تھی۔

بیٹا کون ہو آپ؟

جی میں۔۔۔۔۔۔

زینب امو جان زینب ہے یہ۔۔۔۔۔۔۔

زینب کے پیچھے کھڑا زرغام علی خان بولتے ہوئے اس کے قریب سے گزر کر ماں کے گلے لگ گیا۔

ان سے الگ ہوتے ہوئے اس نے ایک اچٹتی سی نظر زینب پر ڈالی جو سر جھکائے اپنے پاؤں پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

زائرہ بیگم اٹھ کر زینب کے پاس جانے لگی، جب زرغام نے انکا ہاتھ پکڑ لیا اور نفی میں سر ہلایا۔ وہ ایک نظر زینب پر ڈال کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

نیلم۔۔۔۔۔۔انہوں نے اپنی ملازمہ کو آواز دی۔

نیلم۔۔۔۔۔زینب بیٹی کو اوپر زرغام۔۔۔۔۔۔۔۔

زرغام نے ایک بار پھر سے انہیں درمیان میں ٹوک دیا۔

نیلم۔ انہیں امو جان کے ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ۔

زینب نے ایک درزیدہ نظر زرغام علی خان پر ڈالی جو چہرے پر پتھریلے تاثرات لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ ملازمہ کی معیت میں آگے بڑھ گئی۔ زرغام کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

ماں کے گلہ کھنکارنے پر وہ پلٹ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

زرغام تم یہ سب آچھا نہیں کر رہے۔ ان کی بات پر وہ استہزایہ مسکرایا۔

زرغام یہ وہی زینب ہے جس کی ایک جھلک دیکھنے کے ل ئی ے تم اس کے کالج کے باہر کھڑے رہتے تھے۔

اموجان وہ بہت پہلے کی بات تھی۔اب سب کچھ بدل گیا ہے۔اور ہاں ! وہ یہ سب نہیں جانتی۔آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نہ اسے اس بات کی خبر نہیں ہونا چائی یے۔

مجھے تو چپ کروالو گے لیکن جس دن زینبیہ کو ہوش آگیا تو تب کیا ہو گا۔

وہ تمہارے ساتھ گ ئی ی تھی اسے دیکھنے کے ل ئی ے۔

کچھ یاد کر کے اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چب گ ئی یں۔

کیسے وہ اس کے ساتھ گ ئی ی تھی اور جب زرغام نے اشارے سے اسے زینب کے بارے میں بتایا تو وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔شہزادے تم تو کبھی اظہار محبت نہیں کرو گے۔لگتا ہے یہ کام تمہاری جگہ مجھے ہی کرنا پڑے گا۔

وہ ڈوراوپن کر کے جب نیچے اترنے لگی اس سے پہلے ہی اس کا ہاتھ زرغام کے ہاتھ میں تھا۔

اپیا میں جانتا تھا تم کچھ ایسا ہی کرو گی۔اسی ل ئی ے میں پہلے سے ہی تیار تھا۔

یہ میرا کام ہے اور یہ میں خود ہی کروں گا۔اور اس کی بات پر وہ دل مسوس کر رہ گ ئی ی۔اور زرغام کی بات پر وہ اسے خلیل جبران کی محبت کا قصہ سنانے لگی۔

خلیل جبران کی اپنی محبوبہ میزیادہ سے محبت بغیر کسی ملاقات اور دیدار کے بیس سال تک چلتی رہی. جبران نیویارک میں تھا اور میزیادہ قاہرہ میں. دنیا کے دو کونوں سے دونوں باہم خطوط کا تبادلہ کیا کرتے تھے. ایک خط میں جبران نے میزیادہ کی تصویر مانگی تو میزیادہ نے اس کو لکھا: "سوچو! تصور کرو! میں کیسی دکھتی ہوں گی؟ "جبران:" مجھے لگتا ہے تمھارے بال چھوٹے ہوں گے جو تمھارا چہرہ ڈھانپ لیتے ہوں گے. "میزیادہ نے یہ پڑھ کر اپنے لمبے بال کاٹ ڈالے اور ایک خط کے ساتھ اپنے چھوٹے بالوں والی تصویر بھیجی. جبران: "تم نے دیکھا؟ میرا تصور بالکل سچا تھا.....!!"میزیادہ: "محبت سچی تھی.....!!" وہ زرغام کا مذاق اڑانے لگی لگتا ہے تم بھی اس سے ایسی ہی محبت کرو گے۔ یار زرغام بیس سال تک تو تم بوڑھے ہو چکے ہو گے۔

زرغام علی خان کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر پوری جزئیات کے ساتھ لہرا گیا۔

تبھی وہ اٹھا اور زینب کے ل ئی ے مختص کمرے کے باہر رک گیا۔ اس نے دستک کے ل ئی ے ہاتھ اٹھایا ہی تھا۔ جب دروازہ کھل گیا اور سامنے وہ دھلے دھلے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

وہ سوالیہ نظروں سے زرغام کو دیکھنے لگی۔

یہ تمہاری میڈیسن ہیں۔ میں ملازمہ کو کہتا ہوں تمہارا کھانا تمہارے کمرے میں پہنچا دے گی۔ کھانے کے بعد میڈیسن لے لینا۔

اتنے دنوں میں پہلی بار زرغام علی خان نے اس سے اتنی طویل گفتگو کی تھی جو تین جملوں پر مشتمل تھی۔

------------------------------------. محبت کے دو ہی اصول ہوتے ہی، جس سے محبت ہے اس کے لئے ساری حدیں پار کر جاؤ۔ اپنی ہستی مٹادو اس کی چاہت میں اور اگر وہ پھر بھی تمہارا نہ ہو سکے تو پھر مٹادو محبت کو، دل سے کھرچ کر نکال دو۔

وہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ محبت اس کی ہو کے بھی اس کی نہیں تھی۔ "لیکن محبت کو کھرچ دینا ممکن نہیں ہوتا۔" اسے پتہ ہی نہیں چلا کب اس ان چاہے رشتے میں جڑے وہ محبت کے اس مقام پر پہنچ آئی ی جہاں سے واپسی ممکن نہیں تھی۔ زینب سلطان کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا۔ وہ تھی عورت کو عزت دینا اور زرغام علی خان اپنے سے جڑی عورتوں کی بہت عزت کرتا تھا۔

اور زینب جس نے ہمیشہ اپنی ماں کو باپ کے ہاتھوں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ذلیل ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے لئے یہ سب کچھ بہت انوکھا اور دلفریب تھا۔ اور وہ اس کی اسیر ہوتی چلی گئی ی۔ اور اب وہ اس محبت کو دل سے نکالنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ خون بہا میں آئی ی ایک لڑکی ہے۔ اور یہ محبت اس کے لئے لاحاصل ہے۔

یہ جانے بغیر کے آگ تو برابر لگی ہے دونوں طرف۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے دل میں جو محبت کی کونپل پھوٹی ہے۔ یہ اسی آگ کی آنچ ہے جو اس کے دل تک بھی پہنچی ہے-------------------

----

وہ چینج کر کے لیٹا تو چھم سے اس کا صبح والا روپ آنکھوں میں اتر آیا۔ گلابی کپڑوں پر سفید چادر سے خود کو چھپائے۔ جس میں اس کی دودھیا رنگت چمک رہی تھی۔ وہ جب سے اس کے قریب آئی ی تھی وہ اسے اپنے سحر میں جھکڑ رہی تھی۔ اور زرغام علی خان اس کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔

اس کے باپ اور بہن پر بہت غصہ ہونے کے باوجود جب وہ سامنے آتی تھی تو اسے دیکھ کر اس کے اندر اس کے لئی ے محبت کے علاوہ اور کوئی ی جذبہ باقی نہیں رہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ صبح اٹھ کر معمول کے مطابق زائی رہ خاتون کے کمرے میں آیا۔ تو سامنے ہی بیڈ پر ان کے قریب زینب بیٹھی نظر آئی ی۔ زرغام کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر اس نے پلکوں کی جھالر گرا دی۔ وہ چلتا ہوا زینب والی سائی یڈ پہ آیا اور ماں کے آگے جھک گیا۔ جھکتے ہوئے اس کا کندھا زینب کے سر سے ٹکرایا۔ زرغام کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر اس نے سانس روک لیا۔ اس کے کلون کی خوشبو اس کے حواسوں پر چھانے لگی۔ بلیک پینٹ پہ وائی ٹ کلر کی شرٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح شاندار لگ رہا تھا۔ زینب نے ایک نظر میں اس کا تفصیلی جائی زہ لے لیا۔ وہ ماں سے الگ ہوتا ہوا زینب کے قریب چ ئی یر رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے خود و سفید رنگ کی چادر میں کچھ اسطرح سے چھپا رکھا تھا کہ وہ اندازہ نہیں کر سکا کہ اس نے کون سے کلر کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اب وہاں سے بھاگنے کے لئی ے پر تولنے لگی۔ اسے کوئی ی بہانہ نہیں سوجھ رہا تھا۔

"مجھے ایک کپ کافی چائی یے ہے۔"

میں لے کرتی ہوں۔وہ جھٹ سے کھڑی ہوگ ئی ی،اور وائی ٹ کلر کا پاؤ ں کو چھوتا ہوا فراک جس پر وائی ٹ ہی موتی لگے تھے۔وہ بیڈ سے نیچے اتری اور وائی ٹ کلر کے کھسے پاؤ ں میں پہنے تو زرغام علی خان کی نظر اس کے کھسے میں مقید خوبصورت پاؤ ں میں ٹک گ ئی ی۔

وہ اس کی نظریں خود پر محسوس کرتی ہوئی ی ہڑ بڑاہٹ میں آگے بڑھی اور اسی کی چ ئی یر کے ساتھ اٹک کر اس کے اوپر ہی گرنے والی تھی،زرغام نے ایک ہاتھ اسکے بازو پر جبکہ دوسرا اس کی کمر کے گرد رکھ کر اسے گرنے سے بچایا۔

"وہ شرم سے پانی پانی ہوگ ئی ی اور خود کو اس کی کی گرفت سے چھڑاتی ہوئی ی،وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی ی۔"

زائی رہ خاتون کھلکھلا کر ہنس دیں،اور ان کی ہنسی میں زرغام علی خان کا قہقہ بھی شامل تھا۔

"آج کتنے عرصے کے بعد وہ اس طرح سے خوش نظر آرہا تھا۔"زائی رہ خاتون نے اس پر نظریں جمائے اس کی خوشیوں کے دائی می ہونے کی دعا کی۔

زرغام علی خان اس وقت بیٹھک میں موجود تھا۔جہاں گاؤ ں کے چند معزز بزرگ موجود تھے۔

بیٹا جب سردار صاحب زندہ تھے تو تب ہم نے انہیں بھی بتایا تھا کہ گاؤں میں پانی کا بہت مس ئی لہ ہے۔انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جلد سے جلد یہ مس ئی لہ حل کریں گے۔لیکن اسی دوران ان کی موت واقع ہو گ ئی ی۔تو یہ معاملہ التواع کا شکار ہو گیا۔

اب جب کہ آپ ن ئے سردار بن گ ئی ے ہیں تو آپ اس مس ئی لہ کا کوئی ی حل نکالیں۔ہماری عورتیں ک ئی ی میل پیدل چل کر جاتی ہیں اور پانی بھر کر لاتی ہیں۔لیکن وہ پانی ہماری ضرورت کے ل ئی ے ناکافی ہے۔

آپ لوگ بے فکر رہیں میں جلد سے جلد کوئی ی حل نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔میں اس کے ل ئی ے یونیسیف اور گورنمنٹ کے اہلکاروں سے بھی بات کرتا ہوں۔

انشااللہ جلد ہی کوئی ی حل نکل آئے گا۔

ہمیں آپ پہ بھروسہ ہے اسی ل ئی ے ہم نے آپ کو اپنا سردار چنا ہے۔---------------

----

امو جان! مجھے اسلام آباد جانا پڑے گا۔کیونکہ یہاں رہ کر میں کچھ نہیں کر سکتا،وہاں میں اپنے تعلقات استعمال کر کے اس مس ئی لے کا کوئی ی حل نکالتا ہوں۔

ٹھیک ہے بیٹا جیسے تم بہتر سمجھو-----------------------------

وہ اسلام آباد آیا تو بہت پر امید تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اسے پتہ چلا کہ یہ کوئی اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس نے واٹر اینڈ ڈویلپمنٹ والوں سے مذاکرات کیے لیکن وہ ناکام رہا۔

اس نے تجویز پیش کی تھی اس کے گاؤں کے قریب ترین موجود دریا سے ایک چھوٹا ڈیم بنایا جائے اور اس ڈیم سے گھر گھر لوگوں کو پانی پہنچایا جائے گا۔

لیکن ان کا کہنا تھا کہ اول تو اتنا بڑا پروجیکٹ پارلیمنٹ اور سینٹ کی منظوری کے بغیر ممکن نہیں اور اگر یہ منظور کر بھی لیا جائے تو اس کے لئے آچھی خاصی رقم چاہئے ہے۔ جبکہ گورنمنٹ ابھی ایسا کوئی پروجیکٹ شروع کرنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر یونیسیف کے تعاون سے اس نے ڈیم کا آدھا خرچا خود اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ مختلیف ٹی وی شوز میں کہیں دن تک ڈیبیٹ جاری رہی۔ زرغام نے ایک دن می کہیں کہیں پر گرامز میں شرکت کی اور پھر یہ خبر ایوان بالا اور ایوان زیریں کے بند دروازوں سے ٹکرائی اور آج زرغام علی خان کے لئے بڑا دن تھا۔ اس نے پارلیمنٹ کے مشترکہ سیشن میں اپنے علاقے کے لئے اس پروگرام کی افادیت اور پاکستان کے لئے اس کے فوائد پر ایک مختصر سی تقریر کی جس کے مین پوائنٹ یہی تھا کہ اگر ہم اپنے لوگوں کو بنیادی سہولیات نہیں دے سکتے جس میں سے ایک بے حد ضروری پینے کا صاف پانی مہیا کرنا ہے تو پھر ایسے معاشرہ کیسے ترقی کر سکتا ہے۔ کیونکہ صحت مند لوگ ہی صحت مند معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔ جب ان کی ضروریات زندگی پوری ہوں گی تبھی وہ دوسرے میدانوں میں بھی آگے بڑھ سکیں گے۔

\-

زائی رہ خاتون زینب اور گھر کے تمام ملاز میں بھی اس وقت ٹی وی کے آگے براجمان تھے اور زرغام علی خان کی پارلمینٹ میں تقریر سن رہے تھے۔

زینب کو زائی رہ خاتون پر رشک آیا۔ کہ وہ اتنے قابل بیٹے کی ماں ہیں۔

اسے خود پر بھی ناز ہوا کہ نام کا ہی سہی لیکن اس کے نام کے ساتھ اس شخص کا نام تو جڑا ہے نہ۔

اس کی تقریر کے اختتام پر اس کے گھر میں موجود سب لوگوں نے کھڑے ہو کر اس کے ل ئی ے تالیاں بجائی ی
۔

سب کے چہروں پر ایک ان دیکھی خوشی تھی۔ ان کا سردار ان کے ل ئی ے، ان ک حق کے ل ئی ے ایک مقدمہ لڑ رہا تھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور جس وقت یہ پروجیکٹ منظور ہوا تھا اور فرحت و مسرت سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ عین اسی وقت اس کے موبائی ل پر صفوان یحیی کی کال آئی ی تھی۔۔

اس نے کال ریسیو کر کے کان کے ساتھ موبائی ل لگایا اور دوسری طرف کی بات سن کر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بھاگا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ بہت ریش ڈرائی یونگ کر رہا تھا۔ صفوان نے اسے بس ہاسپٹل پہنچنے کے ل ئی ے کہا تھا۔ اور زرغام کی جان پر بن آئی ی تھی۔

ہاسپٹل کی پارکنگ میں گاڑی پارک کر کے وہ پاگلوں کی طرح اندر کی طرف بھاگا۔

زینیہ کے روم کے باہر پہنچ کر ڈور کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے،اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔

وہ اندر داخل ہوا تو اس کے بیڈ کے پاس بہت سے ڈاکٹرز کھڑے تھے۔وہ اسے نظر نہیں آرہی تھی۔

ایک طرف کھڑے صفوان کی نظر جب زرغام پر پڑی وہ بھاگ کر اس کے گلے لگ گیا۔

زرغام اسے ہوش آگیا ہے،اس نے کوما کو شکست دے دی ہے۔

صفوان کی آواز اسے بہت دور سے آتی سنائی دی۔وہ اس سے الگ ہوتا ہوا کسی ٹرانس کی کیفیت میں آگے بڑھا اور ڈاکٹرز کو ایک طرف کرتا ہوا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔زینیہ کی نظر جب اس پر پڑی وہ نقاہت سے مسکرائی ی۔

زرغام نے جھک کر اس کی پیشانی چومی تو وہ بے آواز رونے لگی۔اس نے اس کے آنسو اپنے پوروں پر چن ل ئی ے اور اسے چپ رہنے کے ل ئی ے نفی میں سر ہلایا۔

ڈاکٹرز اسے مبارک دیتے ہوئے وہاں سے جانے لگے۔وہ زینیہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔صفوان بکھرا سا خوشی سے سرشار ایک سائیڈ پہ کھڑا تھا۔

جبکہ زرغام ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔وہ یہ تسلیم کرنے میں متامل تھا کہ وہ واقعی میں لوٹ آئی ی ہے۔ایک نرس آکر اسے مختلیف مشینوں سے آزاد کرنے لگی۔

بہترین علاج سے وہ جسمانی طور پر بلکل صحت مند تھی۔

دونوں بہن بھائی ی بس خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

زرغام کے پاس پوچھنے کے ل ئی ے بہت سے سوال تھے لیکن وہ ابھی کوئی ی بھی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

زرغام ڈاکٹرز سے اسے گھر لے جانے کی پرمیشن لینے کے ل ئی ے روم سے نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد صفوان چلتا ہوا اس کے قریب آیا، اور بینچ پر بیٹھ گیا۔

زینیہ نے الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ جیسے اسے پہچانے کی کوشش کر رہی ہو۔ لیکن بہت کوشش کے بعد بھی اسے وہ یاد نہیں آرہا تھا۔

صفوان کو ڈاکٹرز نے پہلے ہی بتادیا کہ کچھ لوگ اس کنڈیشن سے باہر آنے کے بعد اپنی یاداشت کا ایک حصہ بھول جاتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ انہیں یاد آجاتا ہے۔

''آپ کون؟ وہ ڈری سہمی سی آواز میں بولی۔''

میں زرغام کا دوست ہوں۔ اس کے جواب پر وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ جہاں سے زرغام گیا تھا۔

صفوان سمجھ گیا کہ اسے اس کا اتنا قریب بیٹھنا آچھا نہیں لگ رہا۔

وہ ایک آہ بھر کر اس سے دور ہٹ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا۔زرغام نے وہیل چئیر سے اسے بازؤں میں اٹھا کر احتیاط سے گاڑی میں بیٹھایا۔اور صفوان سے گلے ملا۔''جب وہ ٹھیک ہو جائے گی تو میں تم آجانا صفوان لیکن ابھی اسے کچھ وقت لگے گا۔

زرغام میں اس کی زمہ داری اٹھانے کے لئیے تیار ہوں۔

نہیں میں تمہیں کسی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا۔فی الحال وہ میری زمہ داری ہے۔وہ اس کا کندھا دباتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔صفوان نے اپنے موبائل میں چپکے سے اس کی ایک تصویر لی۔

اور تب تک وہاں کھڑا رہا جب تک اس کی گاڑی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔۔۔

اس کی گاڑی کے مخصوص ہارن پر زینب کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ وہ سر جھکائے کمرے میں بیٹھی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے باہر سے زائی رہ بیگم کی رونے کی آواز آئی ی۔ تو وہ تجسس کی وجہ سے باہر نکل آئی ی۔

اور سامنے کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹھک گ ئی ی۔ جہاں زائی رہ خاتون زینیہ کو سینے میں بھینچ کر زارو قطار رو رہیں تھیں۔ وہ اسے دیکھنے کے ل ئی ے تھوڑا اور آگے بڑھ آئی ی اور زائی رہ خاتون کے پیچھے آکر کھڑی ہو گ ئی ی۔

کاہی کلر کے قمیض شلوار میں ہم۔ رنگ دوپٹہ رکھے، وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ زرغام علی خان کی نظر جو اٹھی تو پلٹنا بھول گ ئی ی۔ وہ آج پورے ایک ماہ کے بعد اسے دیکھ رہا تھا۔

زائی رہ خاتون اس سے الگ ہوئی یں تو زینیہ کی نظر زینب پر پڑی تو اس نے مسکرا کر زرغام کی طرف دیکھا زرغام نے زینب پر سے نظر ہٹا کر مسکرا کر اسے دیکھا۔ "یہ بھابھی ہے ہماری؟"

زرغام نے اس کے چہرے پر ایک الگ چمک دیکھی اور اثبات میں سر ہلایا۔

زینیہ نے اس کے لئے اپنی بانہیں پھیلائی ی تو وہ تھوڑا جھجک کے بعد اس کے گلے لگ گئی ی۔ زینیہ کے ساتھ شہر سے ایک کل وقتی نرس بھی آئی ی تھی۔-------------------------------------
اگلی صبح بہت خوشگوار تھی۔

زینیہ کو رات بھر نیند نہیں آئی ی تھی اور زرغام بھی اس کے ساتھ جاگتا رہا تھا۔ اسے ڈر لگ رہا تھا کہ یہ نہ ہو کہ ایک بار پھر سے وہ سوئے اور واپس نہ اٹھے۔۔

رات گئی ے زینیہ نے اسے زبردستی کمرے میں بھیجا۔ اور کہیں دنوں کی بے آرامی کی وجہ سے اس کی آنکھ دس بجے کے قریب کھلی۔ وہ فریش ہو کر نیچے آیا تو زینیہ پہلے ہی ہال میں موجود تخت پوش پر براجمان تھی۔

زرغام اسے مسکرا کر دیکھتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا۔ جب اس نے زینیہ کی رنگت متغیر ہوتے دیکھا۔

وہ آخری سیڑھی پر پہنچا تو دوسری طرف سے آتی زینب سے ٹکراتے ٹکراتے بچا اور ساتھ ہی وہ زینب کی پریشانی بھی بھانپ گیا۔

گڈ مارننگ! گڈ مارننگ!" "تم اوپر والے پورشن سے آرہے ہو اور زینب نیچے سے آرہی ہے۔" یہ کیا ہے؟

ہاں وہ رات کو اس کی طبعیت خراب تھی تو یہ نیچے ہی سو گئی ی تھی۔

"اس نے بہانہ بنایا۔" زینیہ نے زینب کی طرف دیکھا تو اس نے بھی زرغام کی تائید میں سر ہلایا۔

تو تم بھی نیچے ہی سو جاتے۔

اوکے مادام! جیسا آپ کہیں، غلطی ہو گ ئی ی ہے ہم سے۔

زینب جاؤ نہ شہزادے کے ل ئی ے کافی لے کر آؤ۔

تم اس کے ل ئی ے کافی بناتی ہو نہ ؟۔۔جی! زینب نے تھوک نگلا۔

جانتی ہو یہ کہتا تھا کہ جو اس کی بیوی ہو گی نہ وہ اسے بس اپنے آگے پیچھے ہی بھگائے رکھے گا۔

ہم۔اس سے کہتے تھے کہ وہ ہماری بھی بھابھی ہو گی۔اور ہم اس کے خوب کان بھریں گے تاکہ تم دونوں کی روز لڑائی ی اور ہم اس لڑائی ی میں اپنی بھابھی کا ساتھ دیں گے۔زینب مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔وہ بہت باتونی تھی، اور شرارتی بھی۔۔۔

زینب کے ل ئی ے آج کا دن بہت مشکل تھا کیونکہ زرغام علی خان سارا دن گھر میں موجود رہا تھا۔

اور زینب اسی نظروں سے خائف رہتی تھی۔ساتھ میں زینیہ کی باتیں وہ شرمندہ شرمندہ سی پھرتی رہی۔

نہ جانے زرغام نے باپ کے بارے میں زینیہ کو کیا بتایا تھا جو اس نے ایک بار بھی ان کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔رات کو جب زرغام نے سونے کے ل ئی ے اپنے کمرے میں گیا تو زینیہ۔اور زائرہ بیگم دونوں ابھی حال میں بیٹھیں تھیں۔

زرغام کے جانے کے بعد زینیہ نے زبردستی اسے اوپر روم میں بھیج دیا۔اس نے بہت بہانے بنائے لیکن کوئی ی بھی اس کے کام نہ آیا۔

وہ سست قدموں سے چلتی ہوئی ی اوپر آئی ی اور دروازے کے باہر کھڑے ہو کر دو تین بار دستک دی۔ لیکن اندر سے کوئی ی آواز نہ پاکر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل۔ ہو گ ئی ی۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ یہ ایک بہت بڑا کمرا تھا۔ کمرے کے بیچوں بیچ ایک نفیس سا بیڈ رکھا تھا۔ ایک سائیڈ پہ صوفے لگے تھے۔ وہاں پہ ہی ایک سائیڈ پہ سٹڈی ٹیبل بھی رکھا تھا۔ کمرے کے دو اطراف میں کھڑکیاں تھیں، جن پر بھاری پردے پڑے تھے۔ وہ عین درمیان میں کھڑی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب واش روم کا دروازہ کھلا اور زرغام علی خان باہر نکلا۔ زینب نے اسے دیکھ کر تھوک نگلا جو آنکھوں میں ایک جہاں ل ئی ے اس کی طرف بڑھا تھا۔

وہ اپیا نے زبردستی بھیجا ہے،اس کی زبان زرغام علی خان کے تیور دیکھ کر لڑکھڑا ئی ی۔

وہ تھوڑی دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ زینب کی پلکیں بھاری ہونے لگی،اس کے ل ئی ے سر اٹھانا مشکل ہو گیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ تھوڑی دیر اور ایسے ہی کھڑی رہی تو وہ بے ہوش ہو جائے گی۔

اور اگلے پل وہ اس کی بانہوں میں جھول گ ئی ی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسے بانہوں میں ل ئی ے ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ عجیب لڑکی ہے، کیا میں اتنا ڈراؤنا ہوں جو یہ مجھے دیکھتے ہی ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گ ئی ی۔

اس کے وجود کو بازؤں میں بھر کر اس نے بیڈ پر ڈالا،اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر اسے ہوش میں آتے دیکھ کر خود جا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اسے ڈیم کے لئے پیپر ورک کرنا تھا۔دو دن کے اندر اسے تمام کاغذی کاروائی مکمل کرنی تھی۔تاکہ جلد سے جلد ڈیم کی تعمیر شروع کی جاسکے۔

ہوش میں آتی زینب نے گردن موڑ کر ایک سائیڈ پہ بیٹھے زرغام علی خان کو دیکھا۔جو لبوں میں سیگریٹ دبائے کسی فائل میں سر دئیے بیٹھا تھا۔

زینب کے دیکھنے پر اس نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور اٹھ کر لائٹ آف کر کے روم سے باہر نکل گیا۔

زینب کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے،وہ خود ترسی کا شکار ہو رہی تھی۔اس کا خیال تھا کہ زرغام علی خان نے صرف بہن کی محبت میں اسے اس کمرے میں جگہ دی ہے۔۔اپنی سوچوں سے الجھتی رات کے نہ جانے کس پہر نیند کی دیوی اس پر مہربان ہوئی تھی۔

زینب کی نیند کی پرواہ کرتے ہوئے وہ دوسرے کمرے میں تو آ گیا۔لیکن وہ کوئی کام ڈھنگ سے نہ کر سکا۔اسے بار بار اسی کا خیال رہا تھا،کہ وہ آج اس کے روم میں موجود ہے۔جسے وہ خیالوں میں کہیں بار اپنے روم میں دیکھ چکا تھا۔اپنی سوچوں سے لڑتے لڑتے اس نے فائل بند کر دی اور باقی کام کل پر اٹھا کر وہ روم میں آ گیا۔

بغیر کوئی آواز کیے وہ روم میں داخل ہوا اور اسکی مخالف سمت سے آکر اس کے برابر لیٹ گیا۔

اس کی طرف کروٹ لے کر ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھتے ہوئے، وہ اسے دیکھنے لگا۔ بلیک کپڑوں میں دوپٹے سے بے نیاز آنکھوں میں کاجل کی ہلکی سی لکیر جو کناروں سے باہر نکلی ہوئی ی تھی۔ گلابی پنکھڑیوں سے ہونٹ اسے دیکھتے زرغام علی خان اس کی طرف جھکتا چلا گیا۔

اس کے لمس پر وہ تھوڑا سا کسمسائی ی اور اپنا بازؤ ں اس کے گلے میں ڈالتی پھر سے سوگ ئی ی۔

زرغام علی خان نے اس کے بازؤ ں پر اپنا لمس چھوڑا اور آنکھیں موند لیں۔

فجر کے وقت زینب کی آنکھ کھل تو خود کو زرغام کے حصار میں دیکھ کر وہ تیزی سے پیچھے ہوئی ی، لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔

وہ اس کی نیند کی پرواہ کرتے ہوئے نرمی سے اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ نماز کے ل ئی ے لیٹ ہو رہی تھی۔

اس کی اس تگ و دو میں ZAK پہلے ہی جاگ چکا تھا۔ لیکن اسے تنگ کرنے کے ل ئی ے، اس نے اپنا حصار اور تنگ کیا۔ زینب کی حالت رونے والی ہو گ ئی تھی۔

زرغام علی خان نے اسے مزاحمت ترک کرتے دیکھ کر اپنی گرفت ڈھیلی کی اور رخ موڑ کر لیٹ گیا۔

وہ تیزی سے اس سے پیچھے ہوئی ی اور اپنی اتھل پتھل ہوتی سانسوں کو سنبھالتی اٹھ کر روم سے باہر نکل گ ئی ی۔-------------------------------------

وہ زینیہ اور زائی رہ خاتون ناشتہ کر رہی تھیں۔جب وہ تیزی سے سیڑیاں اترتا نیچے آیا۔اور سب کو سلام کرتا ہوا زینب کے جھکے سر پر ایک نظر ڈال کر اس کے عین سامنے والی چ ئی یر سنبھال لی۔

زینب کے ل ئی ے نوالہ حلق سے اترانا مشکل ہو گیا۔ صبح والا واقعہ یاد کر کے اس کی ہتھلیاں بھیگنے لگی۔اس نے ایک چور نظر زرغام علی خان پر ڈالی وہ خشمگیں نظروں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔

وہ اس کی نظروں سے خائ ف ہوتی ہوئی ی زائی رہ خاتون کی طرف دیکھنے لگی۔زرغام علی خان کو زینب پر غصہ آ رہا تھا۔وہ صبح نماز کے بعد اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ واپس روم میں آئی ی ہی نہیں۔ مما میں چلتا ہوں ؟ بیٹھک میں کچھ لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں۔بیٹا ناشتہ تو کر لو۔

نہیں بھوک نہیں ہے، وہ زینب کو ایک نظر دیکھتا بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔

--زرغام اس وقت بالکل خاموش بیٹھا تھا۔کیونکہ لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ جس جگہ پر ڈیم بننا ہے وہاں کی کچھ زمین سفیر خان کی ہے جو کے سلطان خان کا بھانجا ہے۔

”سردار زرغام اگر اس نے زمین دینے سے انکار کر دیا تو؟“

آپ لوگ پریشان نہ ہوں، میں کرتا ہوں کچھ۔

اور سب ایک امید سے اسے دیکھتے وہاں سے جانے لگے۔

اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے اسلام آباد میں موجود اپنے دوست سے رابطہ کیا۔اور اسے سفیر خان سے سہراب ڈیم میں اس کی آرہی زمین کا سودا کرنے کے ل ئی ے کہا۔

زرغام میں کوشش کرتا ہوں لیکن مجھے یہ ممکن نہیں لگ رہا وہ بہت بگڑا ہوا نواب زادہ ہے۔

تم اس سے بات تو کرو، اگر نہ مانا تو پھر دیکھتے ہیں۔

ٹھیک دو گھنٹے کے بعد زرغام کے موبائ ل پر رنگ ہوئی ی تھی۔

زرغام وہ مان گیا ہے لیکن اس کی ایک شرط ہے کہ وہ اس زمین کی رقم بھی لے گا۔اور۔۔۔۔۔۔۔۔

اور کیا بولو یار۔۔۔۔

اور یہ کہ تم اس کے ساتھ ایک پریس کانفرنس کرکے کہو کہ سفیر نے تمہیں وہ زمیں ڈیم کے ل ئی ے عطیہ کی ہے۔ کتنی رقم مانگی ہے اس نے؟

دس کروڑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زرغام علی خان نے ہونٹ بھینچ ل ئی ے۔ میں تمہیں پہلے ہہ کہہ رہا تھا زرغام وہ ایک نمبر کا کمینہ ہے۔دو کروڑ کی زمیں کا وہ دس کروڑ مانگ رہا ہے۔

ڈن کردو۔۔۔

لیکن زرغام یہ گھاٹے کا سودا ہے۔اس کا آجر اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہے ہے۔

تم نہیں جانتے رومہ کے کنویں کی کہانی "بئرِ رومہ "ایک صحابی کی ملکیت میں تھا جن کا نام "رومہ الغفاری " (رضی اللہ عنہ) تھا۔ وہ اس کنوئیں کا پانی فروخت کیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ "کیا تم اس کنوئیں کو جنت کے چشمے کے بدلے فروخت کروگے "۔انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ میرے پاس اس کے سوا کوئی کنواں ہے ہی نہیں لہذا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

اس پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے 35 ہزار درہم کے عوض اس کنوئیں کو خرید لیا۔اس کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ اگر میں اس کنوئیں کو خرید لوں تو کیا میرے لیے بھی جنت کے چشمے کی وہ ہی پیش کش ہوگی جو آپ نے رومہ کو فرمائی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں"..اس پر حضرت عثمان نے کہا "میں اس کو مسلمانوں کے واسطے خرید چکا ہوں"۔

اس ل ئی ے اللہ کے ل ئی ے سودا کرتے وقت نفع ونقصان نہیں دیکھتے،اللہ اس کا بدلہ دس گناہ بڑھا کر دیتا ہے۔اسے رقم ادا کر دو اور میری طرف سے صفوان کو کہو اس کے ساتھ پریس کانفرنس رکھ لے۔

اوکے سردار صاحب جیسا آپ کا حکم وہ شرارتاً بولا،اس کی بات پر زرغام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گ ئی ی۔

وہ صوفے پر بیٹھی گہری سوچ میں گم تھی۔اسے ماں کی یاد آرہی تھی۔نہ جانے ان کے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔اگر بابا کو پتہ چل گیا کہ مجھے موبائ ل ماں نے دیا تھا تو۔۔۔۔۔۔۔اس سے آگے وہ سوچ ہی نہ سکی۔

"یوں سٹیچو بن کر رات نہیں گزرے گی۔ چینج کرو اور آرام سے سو جاؤ۔"

گیلے بالوں میں برش چلاتا وہ بے تاثر لہجے میں کہہ رہا تھا۔اور بنا اس کی طرف دیکھے سائیڈ ٹیبل سے سیگریٹ کا پیکٹ اور لائیٹر اٹھا کر باہر نکل گیا۔ زینب جہاں کی تہاں بیٹھی رہ گئی۔ اس کی کلون کی خوشبو چاروں اور پھیل گئی تھی۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔اس کی آنکھ کھلی۔ بیڈ کے دوسرے کنارے پر لیٹے زرغام کو دیکھ کر وہ لمحے بھر کو ٹھٹکی۔اس نے اپنی ساری زندگی میں اتنا وجیہہ مرد نہیں دیکھا تھا۔ کھڑے کھڑے مغرور نقوش سے جھلکتی بے نیازی! وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی کہ زرغام نے ایک دم سے اس کی طرف کروٹ لے لی۔ زینب نے سٹپٹا کر اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صبح ٹوٹ کر بارش برسی تھی۔اسے بارش سے عشق تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے نم بالوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے گزر جاتے،اس نے شرارت سے منڈیر پر بیٹھے سارے کبوتر اڑا دئیے۔

تبھی وہ اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔زینیہ ابھی بابا کے بارے میں نہیں جانتی اور نہ ہی وہ تمہارے بارے میں جانتی ہے کہ تم کون ہو۔ مجھے اپنی بہن سے بہت محبت ہے۔ میں نہیں جانتا سب کچھ جاننے کے بعد اس ک تمہارے ساتھ رویہ کیسا ہوگا۔ اس لئیے سوچ لو کہ تمہیں یہاں اس گھر میں رہنا ہے یا نہیں۔

اور آپ؟ آپ اس سب میں کہاں کھڑے ہوں گے؟؟ الفاظ اس کے منہ سے رک رک کر نکلے۔

میں تمہیں کسی غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ابھی وقت تمہاری مٹھی میں ہے۔واپسی کے دروازے کھلے ہیں۔جو چاہے فیصلہ کرو میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔""کیونکہ مجھے زبردستی اور بے ایمانی سے نفرت ہے۔"

ایک نظر اس کے پتھرائے ہوئے چہرے پر ڈالتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔

تو زینب سلطان! تمہارے لئے زندگی نے یہ راستہ منتخب کیا ہے۔اس نے اپنی زندگی کے سود و زیاں کا حساب لگانا چاہا۔""اگر زندگی سے اس شخص کو نکال دوں تو مجھے صرف خسارہ ہی خسارہ نظر آتا ہے""فیصلہ تو ہو چکا تھا۔اس یونانی دیوتاؤں جیسی آن بان رکھنے والے شوہر سے اسے پہلی نظر کی محبت ہو گئی تھی وہ اس محبت کی خاطر سب کچھ ہارنے کے لئے تیار تھی۔""مجھے اب کہیں نہیں جانا۔"

اس نے زرغام کو پکارا۔جو جاتے جاتے اپنی جگہ پر بغیر مڑے اس کی سننے کے لئے رک گیا۔

""مجھے آپ سے بس اتنی فیور چاہیے ہے کہ آپ کا نام میرے نام سے جڑا رہے۔"

وہ بے خود سا اس کے چہرے پر پھسلتی بوندوں کو دیکھتا رہا۔-------------------------------

گزرے چھے ماہ میں زینیہ بہت بہتر ہو گئی تھی اور زرغام نے وعدے کے مطابق صفوان کو اپنے ماں باپ کو حویلی لانے کا عندیہ دے دیا تھا۔۔۔

اور وہ سن کر پہلی فرصت میں ماں اور باپ کو لے کر حویلی پہنچ آیا۔

حویلی میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔اور پھر زینیہ کی رضامندی سے منگنی بہت دھوم دھام سے ہو رہی تھی۔

زرغام نے زینیہ کو بتادیا تھا اس کے ہاتھ میں جو ہیرے کی انگوٹھی ہے وہ ہاسپٹل میں اسے صفوان نے پہنائی ی تھی۔اور وہ حیرت سے منہ کھولے صفوان کو دیکھنے لگی۔

جو آنکھوں میں خوشیوں کا ایک جہان ل ئی ے اسے دیکھ رہا تھا۔اور اس کی نظروں سے گھبرا کر زینیہ نے نظریں جھکالیں۔تقریب خاصی وسیع پیمانے پر کی گ ئی ی تھی۔زائی رہ خاتون نے اپنے سب جاننے والوں کو مدعو کیا تھا۔زینیہ شہر سے آئی ی پارلر والی سے تیار ہو کر بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اس کے ل ئی ے صفوان نے اپنی پسند سے بھاری کام والا پنک کلر کا جوڑا لایا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ اس نے زینیہ کو ہمیشہ بلیک عبایا میں ہی دیکھا ہے ۔اس ل ئی ے وہ چاہتا ہے وہ ایسا کھلتا ہوا کلر پہنے اور وہ دیکھ سکے وہ کلرفل ڈریس میں بھی اتنی ہی خوبصورت لگتی ہے جتنی عبایا میں لگتی تھی۔زینب نے سیاہ کلر کی میکسی زیب تن کی تھی۔وہ پہن تو گرین کلر رہی تھی۔لیکن جب زرغام بلیک قمیض شلوار پہن کر نیچے آیا تو اس نے بھی سوچ لیا کہ وہ اس کے ہم رنگ ڈریس ہی پہنے گی۔اور جب وہ تیار ہو کر نیچے آئی ی تو زرغام نے جان بوجھ کر نظریں چرالیں۔وہ جانتا تھا کہ یہ ڈریس اس کی وجہ سے پہنا گیا ہے۔

کیونکہ وہ پہلے ہی کمرے میں اس کا نکالا گیا گرین ڈریس دیکھ آیا تھا۔

زرغام کو اس کا یہ انداز بہت بھایا تھا۔اور اس کی گھنی مونچھوں تلے لب اپنے آپ مسکراہٹ میں ڈھل گ ئی ے

۔سکھ چین کی گھنی شاخوں میں برسوں سے پناہ لیتی چڑیاں اچانک ایک ساتھ شور مچانے لگی۔زینب نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بلی ان کی تاک میں بیٹھی تھی۔زینب تیزی سے اٹھ کر اس طرف بھاگی لیکن اسے دیکھتے ہی بلی ایک چست میں وہاں سے بھاگ گ ئی ی۔یک زبان چہچاتی چڑیاں ایک دم سے پر سکون ہو گ ئی یں۔

رات کے فنکشن کے اثرات ابھی بھی یہاں وہاں بکھرے پڑے تھے۔خشک پھولوں کی پتیاں، مٹھائی ی کے خالی ڈبے، کسی ٹوٹی چوڑیوں کہ کانچ زینب کو ایک دم سے فضا حبس آلود لگی۔اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو آسمان میں اس کے سر پر تیرتی چار پانچ چیلیں !اس کا دل ایک دم سے گبھرا گیا۔جیسے کچھ برا ہونے والا ہے۔

وہ دل کے مقام پر ہاتھ رکھتی نیچے کی طرف بھاگی،زرغام،اور زائی رہ خاتون نے ایک ساتھ نظر اٹھا کر اسی کی طرف دیکھا تھا۔اسے ان کی نظروں سے کچھ عجیب سا احساس ہوا تھا۔اس نے الٹے قدموں باہر نکلنا چاہا، لیکن اس سے پہلے ہی زینیہ کی آواز نے اس کے پاؤ ں جھکڑ لی ئے۔

زرغام علی خان !

اس کی آواز میں کچھ تو تھا جو زینب سلطان نے مڑ کر اس کی طر فدیکھا۔

زرغام علی خان !اس کی آواز ایک بار پھر گونجی۔۔زینب کا دل زور زور سے دھڑ کنے لگا۔

”اگر تم میرے بھائی ی ہو، تو اس لڑکی کو ابھی اور اسی وقت طلاق دے دو۔“

اور زینیہ کے الفاظ زینب کے سر پر کسی بم کی طرح لگے تھے۔

اس نے زرغام علی خان کی طرف دیکھنا چاہا لیکن آنکھوں جمع ہو رہے پانی نے اس کا چہرہ دھندلا دیا۔

زرغام علی خان ! نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔۔۔۔۔۔اور ساتھ ہی زینب نے ایک امید بھری نظر زینیہ پر ڈالی۔ لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔

وہ اس کی منت سماجت کرنے کے لئے آگے بڑھی لیکن وہ اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر پہلے ہی بول اٹھی۔

میرے قریب مت آنا زینب سلطان۔ میں اپنے پاس تمہاری پرچھائی بھی برداشت نہیں کروں گی۔اس کی آواز میں ایک غراہٹ تھی۔ جیسا کسی زخمی شیرنی کے زخم ادھیڑے گئے ہوں۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں کو بھینچ کر کھولا۔اس نے ایک نظر ٹوٹی بکھری زینب پر ڈالی جو ایک آس اور امید سے زرغام کو دیکھ رہی تھی۔زائرہ خاتون نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نفی میں سر ہلایا۔

"اپیا اس سب میں میرا کیا قصور ہے ؟" وہ بے چارگی سے بولی۔

"تو میرا کیا قصور تھا؟" کیا میرا قصور یہ تھا، کہ میں خوبصورت تھی یا میرا قصور یہ تھا کہ میں نے فائقہ سلطان جیسی لڑکی سے دوستی کی جو ایک ناگن تھی۔ "تم بھی تو اسی کی بہن ہو کل کو کیا پتا میرے بھائی کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا کر کہیں لے جا کر مار دو۔" میں مر بھی جاتی تو کچھ نہیں تھا، لیکن اگر میرے بھائی کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کون ہو گا۔

"میں ایسی نہیں ہوں اگر وہ آپ کا بھائی ہے تو میرا بھی سر کا سائیں ہے۔"

زینیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔زرغام یہ جھوٹ بول رہی ہے،اس کی باتوں میں نہں آنا۔یہ تمہیں مار دے گی۔

آئی یے ناظرین ہم آپ کول ئی ے چلتے ہیں اسلام آباد جہاں اس وقت سہراب ڈیم کے ن ئی ے پارٹنر سامنے آئے جنھوں نے اپنی چار ایکڑز میں ڈیم کے ل ئی ے عطیہ کی ہے۔جی ہاں زرغام خان نے ہمارے چینل سے ٹیلی فونک گفتگو کرتے ہوئے کنفرم کیا ہے کہ سفیر خان نے اپنی چار ایکڑز میں ڈیم کے ل ئی ے عطیہ کی ہے۔زینیہ کی نظریں پتھرا گ ئی ی۔خبر کے ساتھ چلتی تصویروں کو دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگی۔

زرغام نے آگے بڑھ کر اسے سینے میں بھینچ لیا۔دونوں ہاتھوں سے اس کی شرٹ کو پکڑے وہ ڈری سہمی اس کے سینے میں چھپ جانا چاہتی تھی۔اپیا بتاؤ کیا یہی ہے وہ؟

وہ زور زور سے سر ہلانے لگی۔اور زرغام کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

وہ زینیہ کو بازؤ ں میں اٹھائے کمرے میں لایا اور اسے نیند کی دوا دے کر زائی رہ خاتون کو اس کا خیال رکھنے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

کمرے کے باہر کھڑی زینب کو بازؤ ں سے پکڑ کر اوپر کمرے میں لا کر زور سے صوفے پر پٹخا۔

زینب سلطان جب تک میں واپس نہ آؤ ں اس کمرے سے باہر نہیں نکلنا اگر میرے نکاح میں رہنا چاہتی ہو تو۔

وہ وارڈروب میں کچھ ڈھونڈنے لگا۔

Smith and wesson m&p پسٹل اس کے ہاتھ میں چمک رہا تھا۔اسے آچھی طرح سے چیک کرنے کے بعد اسنے اسے اپنے کوٹ کے اندرونی پاکٹ میں رکھا اور چلتا ہوا زینب کے قریب آیا، جو خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میں اپنے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کرتا، چاہے وہ کوئی ی بھی ہو۔ لیکن سفیر نے زینیہ آپی کو کیوں مارا ہو گا، ان کی ان کے ساتھ کیا دشمنی تھی؟

کیونکہ زینیہ خان نے اس کا پرپوزل ریجکٹ کا تھا۔ ور جب اس نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا تب بھری یونی میں اسے تھپڑ مارا تھا۔اور اس تھپڑ کا بدلہ اس نے۔۔۔۔۔۔۔اس کی۔۔۔۔۔کیا؟؟ کچھ نہیں! نہیں! آپ کو بتانا پڑے گا؟

زینب راستے سے ہٹ جاؤ۔

پہلے آپ کو بتانا پڑے گا، کیا کیا تھا سفیر نے زینیہ آپی کے ساتھ؟

اس کی عزت تار تار کرنے کے بعد اسکو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی۔اور یقیناً وہ ابھی تک یہ بات نہں جانتا کہ زینیہ خان زندہ ہے۔

آپ کو یہ سب کیسے پتہ چلا؟ اسے اپنی ہی آواز کسی کھائی ی سے آتی نظر آئی ی۔

آج ہی پتہ چلا ہے، زینیہ اس کا نام اور چہرہ بھول چکی تھی۔ لکن وہ اتنا جانتی تھی کہ فائی قہ سلطان اسے دھوکے سے یونی سے اپنے ساتھ اپنے گھر لے کر گ ئی ی تھی۔

اور پھر وہاں اسے کوئی ی مشروب پلایا گیا۔ جس کے بعد اسے کچھ ہوش نہیں رہا۔اور اس کے بعد جب وہ ہوش میں آئی ی تو اس کا کہنا تھا کہ اسے بس دھندلی سے کوئی ی تصویر اس کے آنکھوں کے آگے لہراتی ہے۔ لیکن اسے چہرہ واضح نہیں آرہا۔ اگر آج ٹی،وی پر وہ نیوز نہ چلتی تو میں کبھی بھی نہ جان سکتا۔اور ہاں اگر زینیہ کی طبعیت خراب نہ ہوتی تو تم بھی ابھی تک میری زندگی سے نکل چکی ہوتی۔

اس کی بات پر وہ پتھر اسی گ ئی ی۔ وہ جانے کے ل ئی ے مڑا تو وہ بھاگتی ہوئی ی اس کے سینے سے جا لگی۔

زرغام علی خان میں ہمیشہ آپ کی وفادار رہوں گی۔ آپ چاہیں تو دوسری شادی کر لیں۔ لیکن میرے نام سے اپنا نام جدا نہ کیج ئی یے گا۔ میں مر جاؤ ں گی۔

اسکی بات پر زرغام علی خان نے آنکھیں میچ لیں۔اور نرمی سے اسے خود سے الگ کرتا ہوں، وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

پیچھے زینب سلطان کو روتے گڑ گڑاتے چھوڑ گیا۔ گاڑی کے پاس پہنچ کر اسے اپنی کلائی ی پر جلن سی محسوس ہوئی ی۔

زینب کو الگ کرتے ہوئے اس کے ناخنوں سے اس کی کلائی ی پہ کھروچ آئی ی تھی۔

زرغام علی خان کی بائی یں آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کی ب ئی یرڈ میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

اس نے اپنی کلائی ی پر لب رکھے اور بے دردی سے اپنی آنکھیں مسلی جو شدت ضبط سے سرخ انگارہ ہو رہیں تھیں۔۔۔

فائی قہ سلطان کے شوہر نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کر لی تھی۔

وہ فائی قہ سے بہت محبت کرتا تھا۔ لیکن ماں باپ کا اکلوتا ہونے کی وجہ سے وہ ماں کے آگے مجبور ہو گیا اور اپنی ایک یتیم کزن سے شادی کر لی۔ جو بچپن سے اس سے منسوب تھی۔ لیکن چونکہ عفان کو فائی قہ پسند آگ ئی ی تھی اس ل ئی ے اس نے اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے فائی قہ کو اپنایا تھا۔

فائی قہ کے ل ئی ے یہ خبر کسی دہشت سے کم نہ تھی۔ وہ دردانہ بیگم کے گھر تھی جب اسے عفان کے نکاح کی بابت پتہ چلا وہ ریش ڈرائی یونگ کرتی ہوئی ی گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اسے کسی مظلوم کی آہ لگ گ ئی ی تھی۔ راستے میں اس کی گاڑی ایک تیز رفتار ٹرک سے ٹکرا گ ئی ی اور ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گ ئی ی۔

جس وقت وہ دوبارہ ہوش میں آئی ی تو عفان اسکے پاس موجود تھا، لیکن وہ اپنی دونوں ٹانگیں کھو چکی تھی۔ اپنی یہ حالت دیکھ کر وہ چیخنے چلانے لگی۔ ڈاکٹر نے اسے سکون کا انجکشن لگایا۔ اور وہ گہری نیند میں چلی گ ئی ی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زرغام جس وقت اسلام آباد پہنچا رات گہری ہو رہی تھی۔ موسم ابر آلود ہو رہا تھا، کالے بادلوں نے آسمان کو ڈھک رکھا تھا۔ زرغام کے موبائل پر رنگ ہوئی ی، اس نے کال۔ ریسیو کی تو دوسری طرف اس کا بہترین دوست فاران تھا۔

زرغام سفیر خان اس وقت اسلام آباد میں نہیں ہے۔ وہ مری میں اپنے کاٹیج میں گیا ہوا ہے۔

اور کون ہے اس کے ساتھ؟

کوئی ی لڑکی ہے اس کے ساتھ، شاید کوئی ی کال گرل ہے۔

اوکے، تھینک یو! اس نے کال کٹ کر کے موبائل ڈیش بورڈ پر ڈالا اور گاڑی کا رخ مری کی طرف موڑ دیا۔ شدید دھند تیز بارش اور اولوں کے درمیان وہ تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔ انتقام کی آگ انسان کو پاگل بنا دیتی ہے۔۔ وہ پانچ گھنٹے کا سفر طے کر کے اسلام آباد پہنچا تھا۔ اب اسے مری پہنچنے کے لئے مزید ایک گھنٹہ اور ڈرائیو کرنی تھی۔ وہ سیگریٹ پہ سیگریٹ پھونک رہا تھا۔ کافی رات ہونے کی وجہ سے اس وقت روڈ خالی تھی۔

وہ جس وقت مری پہنچا وہاں برف باری شروع ہو چکی تھی۔ سردیوں کی کالی راتیں تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ چاند بھی کہیں بادلوں کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا۔ ہر طرف برف کی سفید چادر بچھی ہوئی ی تھی۔

اس نے اپنی گاڑی کاٹیج سے کافی پہلے ہی پارک کی اور ماسک سے چہرہ ڈھک لیا۔

وہ بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ کاٹیج کے سامنے سے ہوتا ہوا ایک لمبا چکر کاٹ کر اس کے عقبی حصے میں پہنچا، جہاں پانچ فٹ کی ایک ایلومینیم کی ونڈو تھی۔ اس نے پاس پڑا ایک پتھر اٹھایا اور شیشے پر دے مارا۔ جس سے رات کے گہرے سناٹے میں شور پیدا ہوا۔ لیکن یہ صرف چند لمحوں کے لئے تھا۔

وہ کانچ ہٹاتا ہوا اندر داخل ہوا اور سامنے کمرے کے کھلے دروازے سے اسے سفیر نیم برہنہ حالت میں بیڈ پر پڑا نظر آیا۔ وہ گاڑی سے اپنے ساتھ رسی بھی لایا تھا۔ شراب کے نشے میں ڈوبا وہ ہوش و خرد سے بیگانہ تھا۔

زرغام علی خان نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور لا کر دوسرے کمرے میں موجود ایک کرسی کے ساتھ اسے باندھ دیا۔

اس کا نشہ دور کرنے کے لئے پہلے اسے پانی میں لیموں ڈال کر اس کے منہ میں انڈیلا۔ جس کے جواب میں اس کے منہ سے مغلظات کا ایک طوفان نکلا تھا۔

زرغام علی خان کا ہاتھ اٹھا اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔اس نے مری کی یخ بستہ سردی میں پانی کی بالٹی بھر کر اس کے اوپر انڈیلی تو وہ ہوش کی دنیا میں لوٹ آیا۔۔زرغام نے ایک چئیر گھسیٹ کر اس کے سامنے رکھی اور موبائل سے زینیہ کی تصویر نکل کر اس کے سامنے کی۔

اس لڑکی کو جانتے ہو؟

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ زرغام نے پاکٹ میں سے ایک چاقو نکالا اور اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ہاں جانتا ہوں۔وہ کسی رٹے رٹائے طوطا کی طرح بولا۔ ٹھیک ہے! پھر انجام کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتا ہوں۔ زرغام نے ایک زوردار قہقہ لگایا۔ معافی۔۔۔ایسا تو سوچنا بھی مت۔ تم ہو کون؟

میں تمہاری موت ہوں۔

مرنے سے پہلے اپنی موت کا چہرہ دیکھنا چاہو گے۔

اس نے میکانکی انداز میں سر اثبات میں ہلایا۔

زرغام علی خان نے اپنا ماسک میں چھپا چہرہ آزاد کیا۔اور اپنی پاکٹ سے پسٹل نکال کر اس کے عین دل کے مقام کا نشانہ لیا اور چھے کی چھے گولیاں اس کے جسم میں اتار دیں۔اور جہاں سے آیا تھا وہاں سے ہی نکل کر گاڑی تک پہنچا اور وہاں سے ایبٹ آباد کی طرف نکلتا ہوا واپس اسلام آباد لوٹ آیا۔

🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀🎀_____________

وہ سٹاپ پر بس کا ویٹ کر رہی تھی۔وہ ایک انٹر نیشنل فرم میں ایک ایڈیٹر کے طور پر کام کر رہی تھی۔جب کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد بھی اسے گاڑی نہیں ملی تو وہ پیدل ہی چل پڑی۔کے ایف سی کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے شدید بھوک کا احساس ہوا اور وہ کچھ سوچتے ہوئے اندر بڑھ گئی۔اپنا آرڈر لے کر وہ چیئر سنبھال رہی تھی،جب اسے جانی پہچانی آواز سنائی دی۔اس آواز کو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتی تھی۔اس نے رخ موڑ کر دیکھا تو وہ وہی تھا۔اسکے لب خفیف سے وا ہوئے اور پھر آپس میں پیوست ہو گئے۔آنکھوں میں نمی آٹھہری۔بیگ کے اسٹریپ پر اس کی گرفت مضبوط ہوئی۔

وہ زرغام علی خان تھا۔۔۔۔بلاشبہ وہ اسے پورے چھے سال کے بعد دیکھ رہی تھی۔۔

اس نے جلدی سے رخ موڑ لیا مبادا وہ اسے دیکھ نہ لے۔کسی بات پر وہ ہنسا تھا۔اس کے ساتھ زینیہ،صفوان اور ایک چار یا پانچ سال کا بچہ بھی تھا۔

اس کا جی چاہا وہ پلٹ کر اسے ہنستے ہوئے دیکھے،کیونکہ وہ ہنستے ہوئے بہت خوبصورت لگا کرتا تھا۔لیکن اس نے خود کو ڈانٹا،اسے کمزور نہیں پڑنا تھا۔وہ بیگ سنبھالتی ہوئی باہر نکل آئی۔فضا میں ایک دم سے جیسے گھٹن سی بھر

گ ئی ی تھی۔دل یک دم ہی دکھ سے بھر گیا تھا۔بھولے بسرے دکھ شور مچانے لگے۔وہ مرے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی ی ہاسٹل میں داخل ہوئی ی اور اپنے روم میں آکر ٹیبل پر سر رکھا اور آنس ؤں کو بہنے دیا۔وہ بے آواز روتی رہی اور یہاں تک کہ اس کی آنکھیں خشک ہو گ ئی یں۔

محبت کے ل ئے بہایا گیا آنسو جہاں بھی گرے،زمین کو بنجر کر دیتا ہے اور ان گزرے چھے سالوں میں اس نے دو ہی کام شدت سے کیے تھے۔ایک زرغام علی خان سے عشق اور دوسرا اس کو بھول جانے کا عہد،لیکن آج جب چھے سال کے بعد زرغام علی خان کو سر راہ نظر آ گیا تو اسے لگا وہ اپنا عہد نہیں نبھا سکے گی۔

وہ تو آج بھی وہیں مقیم تھا،اول روز کی طرح اسکے دل کا حکمران،اسے دیکھ کر اسے لگا کہ وہ تو کبھی اسے چھوڑ کے آئی ی ہی نہیں تھی۔"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اب اسے یاد نہیں رکھنا ہے۔"اس نے بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

میں صرف تجھکو سنوں جان کہ تیرا لہجہ تو بولتا ہے تو پھر خوشب ؤں میں ملتا ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چھے سال پہلے جب وہ انتقام کی آگ بجھا کر لوٹا تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ زینیہ آپی کو منا لے گا۔وہ اپنی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔زینب سلطان اس کی روح میں بس چکی تھی۔اس کے بغیر تو اب بس سانس بھی مشکل سے آتی ہے۔وہ ایک فیصلہ کر کے لوٹا تھا۔

لیکن شاید خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔جس وقت وہ حویلی میں داخل ہوا،اسے ویرانی سی محسوس ہوئی ی۔لیکن اس نے سر جھٹک دیا۔اور سست قدموں سے اندر ہال میں داخل ہوا اور سامنے پڑے صوفے پر ہی لیٹ گیا۔

زائی رہ خاتون سے زینیہ کی خیریت معلوم کر کہ اسے اس کا خیال آیا۔ جسے وہ کمرے میں ہی رہنے کا پابند کر گیا۔۔ وہ زائی رہ خاتون سے اجازات لے کر اپنے روم میں آگیا۔

کمرا خالی اور سنسان پڑا تھا۔ وہ اپنے کپڑے نکالنے کے ل ئی ے جب وارڈ روب کھولی تو وہاں سے زینب کے سارے کپڑے غائی ب تھے۔ وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھا وہ بھی خالی تھا۔ اسکے اوسان خطا ہو گ ئی ے اور اس نے پاگلوں کی طرح حویلی کا چپہ چپہ چھان مارا، لیکن وہ نہیں ملی۔ وہ وہاں ہوتی تو ملتی۔ آخر میں وہ پاگلوں کی طرح بالوں میں ہاتھوں کی انگلیاں پھنسا کر بیٹھ گیا۔ اس نے گاڑی کی چابی لی اور تیز رفتاری سے گاڑی لے کر سلطان خان کی حویلی پہنچا۔ اس کا خیال تھا وہ وہیں آئی ی ہو گی۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔

وہ حویلی لوٹ آیا لیکن اجڑا ابکھرا سا، لیکن وہ زینب سے بد ظن ہو گیا۔ بیٹا وہ تمہارے رویہ سے نامید ہو کر یہاں سے چلی گ ئی ی۔ لیکن ہم اسے ڈھونڈیں گے وہ انشااللہ مل جائے گی۔

نہیں ماں اب اسے کوئی ی نہیں ڈھونڈے گا۔۔۔ کوئی ی بھی نہیں۔ وہ اپنی مرضی سے یہاں سے گ ئی ی ہے۔ اب خود ہی لوٹ کر آئے گی۔

زینیہ آپی ٹھیک کہتی تھی۔ یہ لڑکی تمہیں پیار کے جال میں پھنسا کر مار دے گی۔

امو جان !۔۔ اس نے آپ کے بیٹے کی جان لے لی ہے۔

اسے سالوں لگے خود کو سنبھالنے میں، اس نے سرداری چھوڑ دی۔ اور ماں کو لے کر شہر آگیا۔ اس بار زائی رہ خاتون نے کوئی ی اعتراض نہیں کیا۔

لیکن اس نے اپنے گاؤں کے لوگوں سے جو وعدہ کیا تھا۔ہ اسے نے وفا کیااور تین سال کی قلیل مدت میں ڈیم تعمیر ہو گیا۔اس میں بہت سے لوگوں کی کاوش شامل تھی۔ صفوان نے اپنادب ئی ی میں موجود ایک فلیٹ بیچ کر اس کی ساری رقم ڈیم کے ل ئی ے دی تھی۔فائی قہ سلطان کی بر بادی،زینب سلطان کی گمشدگی اور اکلوتے بھانجے کے قتل نے سلطان خان کے کندھے جھکادئی ے۔وہ اب بائی یں طرف کے فالج کا شکار ہو کر بستر مرگ پر پڑا تھا۔اوراب اسے خدا بھی یاد آیا تھا۔اس نے اپنی شہر میں موجود ساری زمین بیچ کر ڈیم کے ل ئی ے پیسے دئی یے تھے۔

زینیہ آپی کی شادی بہت دھوم دھام سے صفوان کے ساتھ ہو گ ئی ی تھی۔وہ اپنی زندگی میں بہت خوش وخرم تھی۔اس کا ایک چار سال کا بیٹا بھی تھا۔جس کا نام زرغام نے قلب مومن رکھا تھا۔اوراس کی ساری عادتیں زرغام علی خان کے جیسی تھیں۔

زینیہ کی زندگی میں بس ایک ہی ملال تھا،کی اس کی وجہ سے زرغام علی خان کی زندگی ادھوری ہو گ ئی ی۔

اس نے اپنی پرانی جاب پھر سے شروع کر دی تھی۔اور وہ پاکستان میں کم ہی ٹکتا تھا۔کبھی کہاں اور کبھی کہاں اس کی زندگی کا مقصد بس لوگوں کی خدمت تھا۔

آج بھی اس پر بہت سی لڑکیاں مرتی تھیں اور کہیں ایک نے اسے پرپوز بھی کیا تھا۔

جس کے جواب مس وہ انہیں بتاتا تھا کہ وہ شادی شدہ ہے۔اور اپنے موبائی ل میں موجود چند ایک تصاویر تھیں زینب کی جو وہ ثبوت کے طور پر پیش کرتا۔

رات کو جاگتے رہنے کیوجہ سے صبح اسکی آنکھ دیر سے کھلی۔وہ جلدی سے فریش ہو کر بغیر ناشتے کے ہی نکل آئی ی

۔

آج لیٹ ہونے کی وجہ سے اس نے پوائی نٹ سے جانے کا فیصلہ ترک کیااور پاس سے گزرتے رکشے کو روک کر پتہ سمجھا کر بیٹھی ہی تھی۔جب اسکے موبائی ل پر رنگ ہوئی ی۔

دوسری طرف اس کی یونیورسٹی دوست علینہ تھی جو کہ اب اس کی کولیگ بھی تھی۔

اسلام آباد میں آکر وہ شروع میں اس کے گھر ہی رہی تھی۔وہ اس کے تمام حالات سے بخوبی آگاہ تھی۔

اس نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف سے اس کی تشویش میں ڈوبی آواز ابھری "ہیلو زینی کہاں ہو۔۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے؟""تم ابھی تک کہاں ہو؟

علینہ میری آنکھ لیٹ کھلی ہے تو بس میں راستے میں ہی ہوں۔اوکے! جلدی سے آؤ۔

وہ آفس میں پہنچی تو علینہ اس کے ہی انتظار میں تھی۔وہ شاید اسے کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن زینب کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گ ئی ی۔

"بائی ی داوے تم اتنا لیٹ کیوں ہو؟اور یہ تمہاری آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟۔" وہ کھوجتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔وہ نظریں چرا گ ئی ی۔

''ہاں۔۔۔رات کو ٹھیک سے سوئی ی نہیں میں۔''

''اچھا''علینہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا مگر بولی کچھ نہیں کیونکہ سامنے سے انکا ایم ڈی خاور آرہا تھا۔ان دونوں نے جلدی سے اپنی اپنی سیٹ سنبھال لی۔

لیکن لنچ بریک تک وہ کوئی ی بھی کام نہ کر سکی اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔علینہ نے اسے نوٹ کیا لیکن بولی کچھ نہیں ۔اس کی عادت نہیں تھی خوامخواہ کھوجنے کی۔

لنچ بریک میں وہ دونوں کیفے ٹیریا جا رہی تھی۔وہ سیڑھیوں پر ٹھٹھک کر رک گ ئی ی۔کیوں کہ وہ ایم ڈی خاور حسن سے محو گفتگو اوپر کی طرف آرہا تھا۔وہ جلدی سے اس سے چھپنا چاہتی تھی لیکن عین اسی لمحے اس نے بات کرتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا۔وہ اس لمحے کے ل ئی ے تیار نہیں تھی۔زینب سلطان کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔وہ بھی کچھ لمحے ٹھٹھکا لیکن اگلے ہی پل وہ پھر سے گفتگو میں مشغول ہو گیا تھا۔

''گیٹ آسائیڈ پلیز۔''کسی نے کہا اور وہ گویا حواسوں میں لوٹ آئی ی۔اس نے جلدی سے زینہ عبور کرنے کی کوشش کی اور اسی چکر میں وہ دھڑام سے نیچے جا گری۔جوتے کی ایڑی ٹوٹ گ ئی ی تھی۔وہ شرمندگی سے سر بھی نہ اٹھا سکی۔تکلیف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگ ئی ے تھے۔اسے امید تھی کہ وہ اس کے پاس آئے گا ،لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

ریلینگ کا سہارا لے کر جب وہ اٹھی تو وہ کہیں نہیں تھا۔اس کی کہنی چھلنی ہو گ ئی ی تھی۔وہ بیگ سنبھالتی ہوئی ی اٹھی اور ڈسپنسری چلی آئی ی۔بینڈ یج کروا کر جب وہ باہر نکل تو وہ سامنے آگیا تھا۔

بلیک تھری پیس سوٹ زیب تن کیے، آنکھوں پہ سن گلاسز چڑھائے۔اپنے اکھڑ اور مغرورانہ انداز لئے۔اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھا۔

''مجھے پتا تھا تم ادھر ہی آئی ہو گی۔ کیسی ہو؟''اس نے نم پلکیں اٹھائی لیکن بولی کچھ بھی نہیں۔

''ان چھے سالوں میں تم زرا بھی نہیں بدلی ویسی ہی ہو۔'' وہ بات چھے سالوں کی کر رہا تھا لیکن احساس یہ دلا رہا تھا ۔ گویا چھے گھنٹوں بعد مل رہے ہوں۔

وہ بھی کہنا چاہتی تھی کہ تم بھی نہیں بدلے، وہی اکڑ اور غرور جوں کا توں ہے۔''لیکن زبان اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

''میں نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں؟''اس نے امڈ کر آنے والے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا اور دوسری جانب مڑ گئی۔اور وہ بھی اس پر ایک قہر برساتی نظر ڈال کر وہاں سے نکل گیا۔

گاڑی میں بیٹھ کر اس نے اپنا سارا غصہ سٹیرنگ پر نکالا۔

میں ہی پاگل ہوں جو اس لڑکی کے پیچھے خوار ہو رہا ہوں۔

اس نے موبائل نکالا اور زینیہ کو کال ملائی۔ ہیلو!۔۔۔کی آواز سنتے ہی وہ بول پڑا۔ زینیہ آپی آپ کل مجھ سے کسی لڑکی کی بابت پوچھ رہی تھی۔

آپ اور اموجان جاکر بات کرلیں اس کے گھر والوں سے، مجھے کوئی ی اعتراض نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کال کٹ کردی۔

زینب سلطان اب تم خود مجھ تک آؤ گی۔ میں نے اپنی انا، غرور سب کچھ پس پشت ڈال کر تمہاری طرف بڑھا۔۔۔ لیکن تم آج بھی چھے سال پہلے والی جگہ پر کھڑی ہو۔ زینب سلطان نے دوبارہ آفس جانے کی بجائے ہاسٹل کو نکل گ ئی ی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اب کام تو وہ کوئی ی کر نہیں سکے گی، تو بہتر ہے کہ دوسروں کی نظروں میں تماشا بننے کی بجائے ہاسٹل ہی چلی جاؤ ں۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ارے زینب تم نے ن ئی ے باس کو دیکھا ہے؟ یار کیا چیز ہے؟

زینب آج آفس آئی ی تو علینہ اسے ن ئی ے باس کے بارے میں بتانے لگی۔ زینب کو تو ان باتوں میں کوئی ی انٹرسٹ ہی نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا دنیا میں زرغام علی خان سے زیادہ خوبصورت مرد کوئی ی ہے ہی نہیں۔

علینہ کافی دیر اسکی تعریفیں کرتی رہی اور پھر زینب کی عدم دل چسپی دیکھتے ہوئے خاموش ہو گ ئی ی۔ جو اپنے کام میں مگن فائی لز سیٹ کر رہی تھی۔

تبھی ایم ڈی خاور حسین کے ساتھ زرغام علی خان اندر داخل ہوا۔ علینہ نے اس کا بازو پکڑ کر اس طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی زیر لب بڑبڑائی ی، نیو باس۔۔۔۔

اور زینب سلطان کی جو نگاہ اٹھی تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گ ئی ی۔

زرغام علی خان کے ساتھ ایک بے حد ماڈرن لڑکی اس کے بازؤں پر ہاتھ ٹکائے آگے بڑھ رہی تھی۔

"یار اس ڈائن کو دیکھو کیسے چپک رہی ہے اس کے ساتھ، خاور حسین کی بہن ہے۔۔۔ے۔علینہ نے جھک کر زینب کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

اور وہ تینوں چلتے ہوئے آکر زینب کے کیبن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ایک ہاتھ پینٹ کی پاکٹ میں گھسائے، دوسرے ہاتھ سے سگار کے کش لے رہا تھا۔بات کرتے کرتے اس نے نظر اٹھا کر زینب سلطان کو دیکھا، جو کن اکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ دو قدم چل کر زینب کے قریب ہوا۔

آپ کو کیا نام ہے میم!

جی۔۔۔۔زینب سلطان۔۔اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

اور اس کے زینب سلطان کہنے پر غصے سے زرغام علی خان کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی۔

اوکے! آپ کا کیا کام ہے یہاں؟

جی میں ایڈیٹنگ کرتی ہوں اور ساتھ کبھی کبھار کچھ لکھ بھی لیتی ہوں۔ ہمم۔۔۔۔اس ہفتے کا میگزین کو رآپ نے ایڈیٹ کیا تھا۔

جی ہاں!" وہ اعتماد سے بولی۔"

دیکھ ئی ے مس۔۔۔کیانام ہے آپ کا؟

اس کی ایکٹنگ پر زینب نے دانت پیسے۔اسکادل چاہاسامنے پڑی ساری فائی لزا ٹھاکراس کے سر پر دے مارے۔

جی زینب سلطان۔۔۔اسنے ضبط کے گھونٹ بھرتے ہوئے جواب دیا۔دیکھ ئی ے مس! آپ نے جو یہ کور ایڈیٹ کیاہے اس پر آپ نے بہت زیادہ تیز رنگوں کا استعمال کیا ہے۔

یہاں اگر تحریر سرخ کی بجائے بلیک کلر میں ہی ہوتی تو یہ زیادہ آچھی دکھتی۔

اس نے ایک جگہ پر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آج کے بعد آپ جو ایڈیٹ تیار کریں گی،وہ پہلے مجھے دیکھائی یں گی پھر اس کے بعد وہ اپرووہو گی۔انڈرسٹینڈ۔۔۔۔یس سر۔۔۔اس نے چباچبا کر لفظ ادا کے۔

اوکے پھر ابھی آپ کے دماغ میں اس ویک کے کور کے ل ئی ے ائی یڈیاز ہیں،وہ لے کر آپ میرے آفس میں آ جائی یں۔جی سر۔اور وہ مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا اپنے آفس میں چلا گیا۔اور روم میں ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے اس کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لیپ ٹاپ اٹھائے اندر چلی آئی ی۔

وہ اسکے سامنے بیٹھ گ ئی ی اور لیپ ٹاپ پر اسے کچھ ڈیزائی ن دکھانے لگی۔

زرغام نے اپنی سیٹ چھوڑی اور اس کی سیٹ کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔

زینب کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی ی۔اس نے تھوک نگلا اور پھر سے سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ دکھانے لگی۔جب زرغام نے اسکے کان کے پاس جھکتے ہوئے ہاتھ سے بسکرین پر ٹچ کر کے کچھ پوچھا اور اس کے لب اس کے کان کی لو سے ٹکرائے۔

اور لیپ ٹاپ زینب سلطان کے ہاتھ سے نیچے جا گرا جسے زرغام نے بر وقت پکڑ لیا۔

''کیا ہوا؟ کچھ سمجھ نہیں آرہا تو کیا میں سمجھا دوں ؟''زرغام علی خان کی شرارت سے بھرپور آواز اسے حواسوں میں کھینچ لائی ی۔اس نے بے ساختہ اپنے سامنے رکھا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

''جی نہیں۔۔۔مجھے سب سمجھ آتا ہے۔''''آچھا۔۔!''وہ بے اختیار ہنس دیا۔''مثلاً؟ کیا کیا سمجھ آگیا ہے آپ کو ؟''لہجہ زو معنی تھا۔

''میں چلوں۔''اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا اور اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔''کچھ دیرر کو زینب۔۔۔۔۔مجھے تم سے کچھ باتیں کل ئی یر کرنی ہیں۔''''لیکن میرے پاس کہنے کے ل ئی ے کچھ بھی نہیں ہے۔''ہمیشہ کی طرح اس نے دل کی آواز پر لات ماری۔

وہ اپنی کہہ کر بیرونی دروازے کی طرف مڑ گ ئی ی۔زینب سلطان میری باتوں کا جواب دے کر جاؤ۔ورنہ میں ابھی اس آفس سے تمہیں اپنی بانہوں میں اٹھا کر لے جاؤ ں گا۔اور تم جانتی ہو میں ایسا کر سکتا ہوں۔''یہ صرف دھمکی نہیں ہے،اگر تم نے اس کمرے سے باہر قدم رکھا تو مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔''اور وہ پاؤ ں پٹختی واپس آکر سیٹ پر بیٹھ گ ئی ی۔''پوچھ ئی ے! کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟''

اس رات جب میں نے تمہیں کہا تھا کہ میرے آنے تک اس کمرے سے کہیں نہیں جانا۔ پھر تم کیوں بھاگ گ ئی ی؟

آپ نے کہا تھا آپ آ کر میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ ، میرا انتظار کرنا۔ میں نے آپ کو روکا بھی تھا۔ اپنی انا کو روندھ کر آپ کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ لیکن آپ ایک بھی لفظ کہے بغیر چلے گ ئے ے۔

پھر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے آپ میرے نام کے ساتھ سے اپنا نام ہٹا دیں۔ میں آپ کی پہنچ سے دور چلی جاؤ ں۔ تاکہ کم سے کم آپ کا نام میرے نام سے تو جڑا رہے گا۔ آخر میں اس کی آواز میں آنسو کی نمی سی گھل گ ئی ی۔

نام تو تم اب بھی اپنا زینب سلطان ہی کہلواتی ہو پھر بس نکاح نامے پر زینب زرغام علی خان لکھا ہونے سے کیا ہوتا ہے۔

وہ طنزیہ مسکرائی ی! کچھ اور پوچھنا ہے سر۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اور زینب سر جھکائے بیٹھے زرغام علی خان پر ایک نظر ڈال کر باہر نکل گ ئی ی۔

جبکہ زرغام علی خان نے آفس کی ایمپلائی ز کے کوائف والی ویب کھولی اور زینب سلطان کے نام پر کلک کیا۔ نام ۔ زینب سلطان والد یا شوہر کا نام ۔۔۔ زرغام علی خان سٹیٹس ۔۔۔۔ شادی شدہ

زرغام علی خان کے چہرے پر ایک الوہی چمک ابھری۔۔۔

اور اس نے مسکراتے ہوئے زینیہ ک نمبر ڈائی ل کیا۔ زینیہ آپی۔۔۔ مبارک ہو آپ کی بھابھی مل گ ئی ی ہے۔

''شہزادے سچ کہہ رہے ہو؟'' اس کی خوشی سے چور آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی ی۔

''بالکل سچ۔'' اس کی آواز میں ایک کھنک تھی۔ کب لا رہے ہو اسے گھر؟

بس پہلے اسے منا لوں پھر لے کر آتا ہوں۔ اوکے! بیسٹ آف لک۔ تھنکس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ اپنے کام میں مگن تھی وہ پوری دلجمعی سے اپنا کام کر رہی تھی۔ وہ زرغام علی خان کو مزید باتیں سنانے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ تبھی وہ اسے اپنی طرف آتا دکھائی ی دیا۔ اس کے ہر ہر انداز میں عجلت تھی۔ وہ اسے دیکھا کر اسے نظرانداز کرتی ہوئی ی مزید تن دہی سے کام کرنے لگی۔

وہ اسے مخاطب کرنے کی جگہ اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر عجلت میں بولا، زینب جلدی چلو میرے ساتھ کچھ کام ہے تم سے۔

اسکی اس حرکت پر سب لوگ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ سب کی نظر زرغام علی خان کے ہاتھ میں موجود زینب کے ہاتھ پر تھی۔

علینہ نے حیران ہو کر دونوں کو دیکھا۔ زینب نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے درشتی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا۔

سر ابھی آفس آور زہیں بعد میں آپ سے بات کرتی ہوں۔

زرغام علی خان غضب ناک ہوا۔زینب زرغام علی خان !۔۔۔میں کیا کہہ رہا ہوں تمہیں سمجھ آ رہی ہے یا نہیں۔اب کی بار اس نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ تبھی زینب نے بھی خود کو اس سے چھڑانے کی جدوجہد کی اور تبھی پاس پڑا ایک فریم نیچے گر کر چکنا چور ہو گیا۔

آفس میں سب لوگوں کو سانپ سونگھ گیا۔اتنے دنوں میں وہ زرغام کو اتنا تو جان ہی گ ئی ے تھے کہ وہ غصے کا بہت تیز ہے۔

زرغام علی خان نے مٹھیاں بھینچ کر زینب پر ایک نظر ڈالی جس کی آنکھ میں آنسو سے اس کے چہرے سے ہوتے ہوئے اس کی نظر اس کے پاؤ ں پر گ ئی ی جہاں شیشے کا ایک ٹکڑا لگنے سے اس کا پاؤ ں خون سے رنگین ہو گیا تھا۔

وہ جھک کر اس کے پاؤ ں کے قریب بیٹھ گیا۔اور اس کا پاؤ ں اٹھا کر اپنے گھٹنے پر رکھتے ہوئے علینہ کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کے ل ئی ے بولا۔

سب لوگوں کے ل ئی ے یہ سین اب بہت دل چسپی ل ئی ے ہوا تھا۔ان کا نیا نیا باس آفس کی ایک ایمپلائے سے آخر چاہتا کیا ہے۔

زینب کی ڈریسنگ کر کے وہ اٹھا اور اسے اٹھانے کے ل ئی ے ہاتھ بڑھایا۔زینب امو جان ہاسپٹل میں ہیں۔وہ تم سے ملنا چاہتی ہیں۔

کیا۔۔۔؟۔اس کی بات وہ جلدی سے اٹھی لیکن اتنی ہی تیزی سے واپس بیٹھ گ ئی ی۔

زرغام علی خان نے اپنے آس پاس سب کی چہ میگوئی یاں سنی جس میں دبی دبی سی ہنسی بھی شامل تھی۔اس نے جہاں تک نظر پہنچتی تھی۔وہاں تک ایک کڑی نظر ڈالی۔

سب نظریں چرا کر اپنے کام کی طرف متوجہ ہونے لگے۔جب اس نے ہاتھ اٹھا کر سب کو متوجہ کیا۔

جی تو آج آپ سب لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ یہ جو ہیں زینب سلطان یہ میری آفیشلی وائی ف ہیں۔

ہماری شادی کو سات سال ہو چکے ہیں۔اس ل ئی ے آپ سب کو اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اب سب حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔جبکہ زرغام علی خان نے جھک کر اسے بانہوں میں اٹھا لیا تھا۔اس کے اٹھانے پر زینب نے احتجاج کیا لیکن اس نے کہاں کسی کی سننی تھی۔

-----------------------------۔ہاسپٹل میں صفوان اور زینیہ دونوں موجود تھے۔

زرغام اسے اٹھائے جب ہاسپٹل میں پہنچا تو زینیہ نے اپنی ہنسی روکنے کے ل ئی ے منہ دوسری طرف کر لیا۔اسے بینچ پر بیٹھا کر وہ زینیہ کی طرف مڑا۔

اپیا۔۔۔کہاں ہیں اموجان؟

آپ نے کہا تھا کہ وہ کہہ رہی ہیں میں زینب کو ل ئی ے بغیر نہ آؤں۔دیکھیں میں اسے لے آیا ہوں۔

بتائی یں نے کہاں ہیں اموجان۔۔۔۔

اس کی خاموشی پر وہ اور پریشان ہو گیا۔

جبکہ زینیہ سے اب اپنی ہنسی کنڑول کرنا مشکل ہو گ ئی ی۔

زینب اور صفوان نے زرغام کی حالت دیکھ کر قہقہ لگایا۔ جبکہ زینیہ نے آگے بڑھ کر زینب کو گلے لگالیا۔

ڈئیر بھابھی۔۔۔ کہاں غائ ب ہو گ ئی ی تھی۔ ویسے بتاؤ ں۔ امو جان ! بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ نہ ہمنے سوچا ویسے تو کیا پتہ میرا بھیا تمہیں منانے کتنا وقت لگادے۔ اس ل ئ ے ہم نے اس کے ساتھ چھوٹا سا مذاق کیا ہے۔ تو پھر بھابھی جان چلیں گھر؟

زینب نے نظر اٹھا کر زرغام علی خان کو دیکھا اور اس کی جذبے لٹاتی نظروں سے گبھرا کر سر جھکا لیا۔

آج زینب کے گھر آنے کے پورے سات دن کے بعد اس کا ولیمہ تھا۔ اور ان سات دنوں میں زرغام کو زینب کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھنے دی گ ئی ی۔

زرغام نے بلیو کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس آج کی تقریب پر چھایا ہوا تھا۔

وہ بار بار اپنی کلائی ی میں بندھی گھڑی پر وقت دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس کا انتظار ختم ہوا۔ بلیو کلر کے لہنگے میں جس پر گولڈن کام کیا ہوا تھا۔ مہندی سے سجے ہاتھ، کلائیوں میں بھر بھر کر چوڑیاں ڈالی گ ئی یں تھی۔

نفاست سے کیا گیا میک اپ زرغام علی خان کے ہوش اڑانے کے ل ئ ے کافی تھا۔ وہ پلکیں جھپکنا بھی بھول گیا۔

زینب کے ساتھ علینہ اور زینیہ تھی۔اسے سٹیج پر اس کے برابر بیٹھا کر زینیہ زرغام علی خان کے پاس آئی ی اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

زینیہ کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ صفوان یحیی اس کے برابر آکر کھڑا ہو گیا۔اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا قلب مومن بھاگ کر زرغام علی خان کی گود میں بیٹھ گیا۔

ماموں کیا یہ ہماری مامی ہیں ؟" وہ پر شوق نظروں سے زینب کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"جی بیٹا! زرغام نے جھک کر اس کے گال پر کس کرتے ہوئے جواب دیا۔"" آچھا۔۔۔اس نے آچھا کو لمبا کھینچا۔" کیوں کیا ہوا مامی آچھی نہیں لگی ؟ نہیں۔۔! پیاری ہیں بٹ آپ سے زیاد نہیں۔۔

اور اس کی بات پر سب کا جاندار قہقہ ایک ساتھ گونجا۔بیٹا یہ تو آپ اپنے ماموں سے پوچھیں کہ انہیں مامی کتنی پیاری لگتی ہیں۔ زینیہ نے شرارت سے قلب مومنکو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔

اس کی بات پر زینب کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آٹھہری۔

وہ تو قلب مومن سے سو فیصد متفق تھی۔ وہ جانتی تھی وہ شہزادوں کی آن بان والا شخص ہے۔اسے تو کوئی ی بھی مل سکتی تھی۔ لیکن اس کے رب نے اسے زینب سلطان کی قسمت میں لکھا تھا۔

وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔ جس نے اس کے دل میں اس کے ل ئی ے محبت پیدا کی۔

ولیمے کی تقریب سے وہ اسے لے کر سیدھا اپنے فارم ہاؤ س کے ل ئی ے نکلا تھا۔

زینب سلطان سرشارسی اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔اور وہ۔۔۔وہ تو ہواؤں میں اڑرہا تھا۔آج وہ ہر فکر ہر پریشانی سے آزاد ہو گیا تھا۔وہ گزرے ہر پل کاازالہ کرناچاہتا تھا۔

اس نے بیچ روڈ میں گاڑی روک دی اور مڑ کر پر شوق نظروں سے زینب سلطان کے اس سجے سنورے روپ کو اپنے اندر اتارنے لگا۔

آج ایک راز کی بات بتاؤں ؟اسکی بات پر اس نے اپنی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا اور اگلے پل پلکوں کی جھالر پھر سے گرادی۔وہ اس کی لودیتی آنکھوں میں دیکھنے کی سکت نہیں تھی۔

میں تمہیں بہت پہلے سے جانتا ہوں۔تقریبا" بارہ سال پہلے سے جب تم شاید نئی نئی کالج گئی تھی۔

میں نے ایک بار شہر سے گاؤں آتے ہوئے تمہیں راستے میں دیکھا تھا۔تمہاری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔اور تب میں نے تمہاری گاڑی ٹھیک کی تھی۔لیکن تم ہوش میں ہوتی تو مجھے بھی دیکھتی۔لیکن تمہارا شاید پیپر تھا اور تم اپنی کتاب پر جھکی تھی۔تم نے تو تبھی میرا دل چرالیا تھا۔

جب جرگے میں،میں نے تمہارا نام لیا تو تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں تمہارا نام کیسے جانتا ہوں۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔میں جانتا تھا،وہ مسکرایا تو اس کے گالوں کے ڈمپل گہرے ہوئے۔

"اور زینب سلطان سوچنے لگی،کیا کوئی مرد بھی اتنا خوبصورت لگ سکتا ہے۔"

اوراس کے دل نے گواہی دی کہ وہ اس خوبصورتی میں ایک سحر ہے جس سے وہ کبھی بھی نہیں نکل سکتی۔

میں تمہیں دیکھنے کے لئے تمہارے کالج کے باہر کھڑا رہتا تھا۔اور تمہاری وجہ سے میں نے اپنی کتنی ایک کلاسز بنک بھی کی تھی۔ جانتی ہو میں زینیہ آپی کو بھی ساتھ لے کر آیا تھا۔وہ تمہیں دیکھنے آئی تھی کہ وہ کون ہے جس کے لئے ان کا بھائی دیوانہ ہو گیا ہے۔اور وہ اسکی باتیں سن کر حیران ہو رہی تھی۔

زرغام علی خان نے اس کے ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنی نرم گرم گرفت میں لیا۔اور اسے اپنی بانہوں کی گرفت میں لے کر اپنے قریب کیا۔اور اپنے لب اس کے سر پر رکھ دئیے۔

جبکہ زینب سلطان نے سکون سے اس کے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ بادلوں کی اوٹ میں چھپا چاند بھی ان کے ملن پر مسکرا دیا۔ زندگی دکھ اور سکھ کا نام ہے۔خوشیاں او غم تو زندگی کے ساتھ ہیں۔اور بہادری سے ان کا مقابلہ کرنے والا ہی زندگی کے میدان میں کامیاب ہوتا ہے۔---

The end..💖